www.KitaboSunnat.com

پروفیسر احمد یار ☆

کتابتِ مصاحف اور علم الضبط

علاماتِ ضبط کی ابتداء، ارتقاء اور ان کے زمانی اور مکانی ممیّزات کا اجمالی جائزہ

پروفیسر احمد یار رحمہ اللہ کا یہ مضمون اُن کی کتاب 'قرآن وسنت...... چند مباحث' سے کچھ حذف واختصار کے ساتھ لیا گیا ہے، جس میں اُنہوں نے حوالہ جات کی وضاحت کے لیے آخر میں ''مفتاح المراجع'' بھی دیئے ہیں۔ جن میں مقالے میں پیش کردہ حوالوں میں روایتی طریقے پر ہر ایک حوالے کے متعلق ضروری معلومات شامل ہیں، لیکن ہم 'مفتاح المراجع' کو اختصار کی غرض سے یہاں ذکر نہیں کررہے۔ جو حضرات حوالوں سے متعلق وضاحت کے طالب ہوں وہ پروفیسر صاحب مرحوم کی اصل کتاب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ [ادارہ]

① قرآن کریم کی درست تلاوت کے لیے اس کی درست کتابت ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسی بناء پر اور صحت قراءت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کتابت مصاحف میں چند ایک اُمور کا التزام کیا جاتا ہے، مثلاً قواعدِ رسم و ضبط کی پابندی، علاماتِ وقف ووصل کی درجہ بندی کی توضیح، آیات وفواصل (شمارِ آیات) کی تعیین اور سجداتِ تلاوت کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ مزید برآں قاری کی سہولت کے لیے سورتوں کے نام اور ہر سورت کے نام کے ساتھ کچھ تعارفی معلومات (مثلاً مکی ومدنی کا بیان)، مختلف تقسیمات (مثلاً اجزاء، احزاب اور رکوعات) کی تصریحات اور ہر صفحے پر حوالہ کی آسانی کے لیے بعض علامتی اِشارات بھی درج کئے جاتے ہیں۔

② تاہم مذکورہ بالا اُمور میں سے بیشتر کی حیثیت محض اِضافی معلومات کی ہے۔ دراصل صحت کتابت کا معیار اور اس کی بنیاد تو علم الرسم ہے اور صحت قراءت کا دارومدار بڑی حد تک علم ضبط پر ہے۔

③ اگر علم الرسم کا موضوع قرآن کا ہجاء اور املاء ہے تو علمِ ضبط کا موضوع وہ علامات ونشانات (مثل حرکات، سکون، مدوشد وغیرہ) ہیں [الطراز ورق ۲ب] جو کلماتِ قرآن کے درست تلفظ اور ان کی نطقی کیفیات کے تحفظ میں مدد دیتے ہیں۔ یہ 'مدد' والی بات ہم نے اس لیے کی ہے کہ قرآن کریم کی صحیح قراءت اور اس کے کلمات واَصوات کے درست تلفظ کی تعلیم کا اَصل طریقہ تو تلقّی اور سماع کا ہے، جو آنحضرت ﷺ سے آج تک معمول بہ چلا آتا ہے۔ تنہا علاماتِ ضبط یعنی علم الضبط استاد یا 'شیخ' کا بدل کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ضبط کی بعض خاص صورتوں میں علامات کی وضاحت کرنے کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ صحیح تلفظ استاذ (شیخ) سے شفوی طور پر سیکھا جائے۔ تاہم قراءتِ قرآن کی تعلیم کے دوران اور تعلیم کے بعد روزانہ تلاوت قرآن کے لیے کسی صحیح

☆ سابق پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابت والے مصحف (نسخہ قرآن) کی ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے اور اس مقصد کے لیے کتابت کی صحت علم الضبط کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

④ علم الضبط کی تاریخ اور اس کے ارتقاء کی بات کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تین اِصطلاحات کی وضاحت کرلی جائے جو کتابت مصاحف کے ضمن میں اکثر استعمال ہوتی ہیں اور جو عموماً 'ضبط' کے ہم معنی یا 'ہم مقصد' ہیں اور وہ یہ ہیں: ① نقط ② شکل اور ③ اعجام

◉ **'نقط'** کے لغوی معنی تو کسی حرف پر نقطہ لگانا ہے، لیکن اصطلاحاً اس سے مراد وہ 'نظام نقاط' ہے جو ہمارے موجودہ نظام حرکات کا پیشرو تھا اور جسے مشہور تابعی ابوالاسود دؤلی رحمہ اللہ نے کلماتِ قرآن کے جزوی ضبط کے طور پر ایجاد کیا تھا اور جس میں حرکات اور دیگر علاماتِ ضبط کا کام نقطوں سے لیا جاتا تھا، (اور جس کا تذکرہ ابھی آگے بیان ہوگا۔)

◉ **'شکل'** کے لفظی معنی جانور کے پاؤں میں زنجیر ڈالنے کے ہیں، مگر اصطلاحاً کلمات کو علامات اور حرکات سے مقید کرنا مراد ہوتا ہے اور اگرچہ 'شکل' کا لفظ 'ضبط' کی کسی بھی صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے، تاہم زیادہ تر شکل سے مراد ضبطِ کلمات کا وہ طریقہ لیا جاتا ہے جو الخلیل بن احمد الفراھیدی رحمہ اللہ نے ایجاد کیا تھا۔ (اس کا بیان بھی آگے آرہا ہے) جس عبارت کے ہر ہر حرف پر حرکات اور علاماتِ ضبط ڈالی گئی ہوں اسے 'مشکول عبارت' کہتے ہیں۔

◉ **'اعجام'** کا اصل مطلب بھی کسی حرف پر نقطہ یا نقطے ڈال کر اسے دوسرے مشابہ حرف سے متمیز کرنا ہے، مثلاً د/ذ یا ت/ث وغیرہ، چونکہ یہ بھی 'تلفظ' ہی کی ایک صورت بنتی ہے لہٰذا دونوں میں فرق کرنے کے لیے ابوالاسود رحمہ اللہ والے طریق نقط کو 'نقط الشکل' یا 'نقط الاعراب' کہتے ہیں اور دوسرے کو 'نقط الاعجام' کہتے ہیں۔ اگرچہ بعض قدیم مؤلفین نے اعجام کے لیے مطلقاً نقطہ کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے۔ [مثلاً ابن درستویہ: ص۵۳ ببعد]

◉ ضبط کی اصطلاح ان تینوں اِصطلاحات کے بعد وجود میں آئی۔ علم الضبط میں عموماً نقطہ اور شکل کے قواعد سے بحث کی جاتی ہے اور اعجام کا ذکر اس میں کم ہی کیا جاتا ہے۔ تاہم تاریخی عمل کے لحاظ سے اعجام بھی 'تحریک ضبط قرآن' کا ہی ایک حصہ تھا۔ [دیکھئے: غانم: ص۹۰-۴۸۸ اور المحکم 'مقدمہ محقق' ص۲۷-۲۶] اور اسی تحریک کے اَسباب و دواعی یعنی علم الضبط کی ضرورت اور اس کے ارتقاء کا جائزہ ہی اس وقت ہمارا موضوع بحث ہے۔

⑤ قرآن کریم کی یہ (عہد نبوی میں) کتابت عربی خط میں تھی۔ اس وقت تک عربی زبان کی ابجد بنیادی طور پر اور تعلیم کتابت کی حد تک صرف اٹھارہ حروف پر مشتمل تھی، بلکہ متصل لکھنے کی صورت میں حروف کی یہ بنیادی شکلیں صرف پندرہ ہی رہ جاتی تھیں۔ حروف کی یہ اٹھارہ یا پندرہ صورتیں اٹھائیس آوازوں کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ [ابن درستویہ: ص۶۶، الخلیفہ ص۲ اور رالمورد، ص۲۲۳] کیونکہ ان حرفوں میں سے اکثر کی ایک سے زائد آوازیں تھیں، انگریزی C,G,H یا S کی طرح، مثلاً 'ب' ت اور ث کے لیے اور 'ح' ج ح اور خ کے لیے، بلکہ بعض حرفی رموز پانچ آوازوں تک کے لیے استعمال ہوتے تھے، مثلاً ایک نبرہ (دندانہ) 'ا' ہی ب ت ث ن اور ی کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ صرف چھ حروف 'ا ک ل م و اور ہ' ایسے تھے جو اپنی صرف ایک آواز رکھتے تھے۔ عرب کے لکھے پڑھے لوگ اپنے علم زبان کی بناء پر مختلف حروف کی مطلوبہ آواز پہچان کر پڑھ سکتے تھے، مثلاً لفظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'حربٌ' کو حسب موقع حرب (جنگ)، حرث (کھیتی)، جرب (خارش)، حزب (گروہ) یا خرب (ویرانہ) اسی طرح بہ آسانی پڑھ لیتے تھے، جیسے ایک انگریزی دان حسب موقع G یا S یا H کی درست آواز جان لیتا ہے یا عبارت میں Lead اور Read کی قسم کے الفاظ کا مطلوبہ درست تلفظ سمجھ جاتا ہے۔

⑥ عہد نبوی کے بعد عہد صدیقی میں سرکاری اہتمام سے 'اُم' یا ماسٹر کاپی کے طور پر قرآن کریم کا ایک نسخہ تیار کیا گیا جسے 'مصحف' کا نام دیا گیا اور اس کے بعد سے لفظ مصحف بمعنی نسخہ قرآن استعمال ہونے لگا۔

عہد عثمانی میں اسی ماسٹر کاپی (مصحف صدیقی) سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک بورڈ کی زیر نگرانی (کم از کم) چھ مصاحف پر مشتمل ایک نیا قرآنی ایڈیشن تیار کیا گیا۔ ان میں سے ایک مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ذاتی نگرانی میں رکھا اور ایک ایک مصحف مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق کی مرکزی مساجد میں پبلک کے استفادہ کے لیے رکھا گیا، تاکہ لوگ ان نسخوں سے اپنے لیے ذاتی مصاحف تیار کرا سکیں، کیونکہ اب یہی مصاحف باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اُمت کے لیے صحت کتابت کا معیار قرار دیئے گئے تھے۔ ان مصاحف کی تیاری کا ایک معروف واقعہ ہے اور اس کی تفصیلات اس وقت موضوع بحث بھی نہیں، البتہ ہمارے موضوع کی مناسبت سے ان مصاحف کے ضمن میں دو باتیں قابل ذکر ہیں:

◉ **اولاً:** یہ کہ ان مصاحف کی کتابت بھی عربی حروف کی ان اٹھارہ صورتوں کے ساتھ ہوئی تھی یعنی ان میں حرکات تو درکنار، مشابہ حروف کو متمیز کرنے کے لیے نقطے بھی نہیں لگائے گئے تھے۔ [صفدی: ص ۱۳، الجبوری: ص ۱۵۵، المنجد: ص ۱۲۶ اور غانم: ص ۴۶۸] تاہم کاتبین مصاحف عثمانی نے ان نسخوں (مصاحف) میں حرفوں کو نقطوں سے بھی مطلقاً عاری رکھا۔ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ تجرید اور تعریہ عمداً اور دانستہ تھا اور اس سے کوئی حکمت اور مصلحت (مثلاً احتمال القراء تین) وابستہ تھی، جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ اس زمانے میں شائع عام طریق کتابت کا ایک مظہر تھا۔ بہرحال وجہ جو بھی تھی یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ مصاحف نقط اور اعجام سے معریٰ تھے اور اسی لیے ہر ایک نسخہ کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری معلّم بھی بھیجا گیا تھا۔ [حق التلاوۃ: ص ۱۴۴]

◉ **ثانیاً:** یہ کہ یہی مصاحف عثمانی اس وقت سے لے کر آج تک دنیا بھر میں موجود مصاحف (قرآنی نسخوں) کی اصل ہیں۔ قرآن کریم کا ہر نسخہ بنیادی رسم الخط (Spelling) کی حد تک ان مصاحف عثمانی میں سے کسی ایک ...... یا ان سے ہو بہو نقل کردہ کسی ایک نسخے کے عین مطابق ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔ اسی کو رسم عثمانی کا التزام کہا جاتا ہے اور جو درحقیقت 'رسم عہد نبوی' کا التزام ہے۔ [غانم: ص ۴۶۷]

ان چھ نسخوں (مصاحف) میں سے کوئی اس وقت دنیا میں موجود ہے یا نہیں۔ یہ ایک متنازعہ معاملہ ہے، لیکن ان چھ نسخوں کی صوری کیفیات، ان کی املائی خصوصیات اور بعض جزوی اختلافات کے بارے میں اتنے دقیق تقابلی ملاحظات تک کی اتنی تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں کہ اگر آج کہیں ان نسخوں میں سے کسی ایک کی موجودگی کا دعویٰ کیا جائے تو اس کی صحت یا عدم صحت کو ان تفصیلات کی روشنی میں پرکھا جاسکتا ہے۔ کتابت مصاحف میں ان نسخوں کے رسم الخط اور طریق ہجاء سے کوئی ادنیٰ سا اختلاف بھی اہل علم کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ [لنگز (۱): ص ۱۱]

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایڈیشن یعنی مصاحف کی تیاری کے قریباً چالیس سال بعد تک دنیائے اسلام میں قرآن کریم کی کتابت اسی طرح بغیر نقاط اور بغیر حرکات کے جاری رہی۔ [الزنجانی: ص ۸۹، الجبوری ص ۱۵۸۔ الکردی ص ۹۳، غانم ص ۵۳۹ ببعد] تاہم قرآن کریم کی تعلیم عہد رسالت سے ہی محض تحریر کی بجائے تلقّی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماع پر مبنی ہونے کے باعث اس کی قراءت اور تلاوت عموماً درست ہی رہی۔ بالکل ایسے ہی جیسے انگریزی میں Put یا Cut اور Food یا Foot کی قسم کے لفظوں میں تلفظ کا فرق معلّم کی شفوی تعلیم پر منحصر ہے، نہ کہ طریق اِملاء اور ہجاء پر۔

⑧ پہلی صدی ہجری کے نصف آخر تک لاکھوں غیر عرب بھی اسلام میں داخل ہوکر قرآن بلکہ عربی زبان بھی سیکھ رہے تھے۔ کسی زبان کی صرف قراءت کی تعلیم بلکہ اس کا عام بول چال میں استعمال تک بھی کسی آدمی کو اہل زبان کی سی مہارت عطا نہیں کرسکتا۔ عراق، شام اور مصر اس وقت تک اگرچہ بڑی حد تک عربی بولنے والے علاقے بن چکے تھے، مگر عوام میں جہاں لحن کے ساتھ عام عربی بولنے کا رواج بڑھا وہاں ساتھ ہی قرآنِ کریم کی تلاوت میں بھی اس 'غلط سلط عربی دانی' کا مظاہرہ ہونے لگا۔ آج بھی صرف دارجہ یعنی عوامی زبان بولنے والے ناخواندہ عرب قرآن خوانی میں ایسی غلطیاں عام کرجاتے ہیں۔

⑨ باتفاق روایات ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ تابعین میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم نحو کی بنیاد ڈالی اور ساتھ ہی قرآن مجید میں نقطوں کے ذریعے شکل (حرفوں کی آواز کو علامات کے ذریعے متعین کرنا) کے ایک نظام کی ابتداء کی۔ [مختلف روایات کے حوالوں کے لیے دیکھئے: غانم ص۴۹۱ اور ابوالاسود رحمہ اللہ کی شخصیت کے تعارف کے مصادر کے لیے اسی (غانم) کا ص ۴۹۷-۹۸ (حواشی نمبر۳۳ تا ۴۱)، نیز الأعلام جلد سوم ص۳۴۰] ابوالاسود رحمہ اللہ کے اس کام پر آمادہ ہونے کے محرکات کی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کا باعث ان کا عبیداللہ بن زیاد رحمہ اللہ کا اَتالیق ہونا بنا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک موقع پر انہوں نے خود اپنی بیٹی کو غلط عربی بولتے سنا۔ تیسری وجہ یہ ہوئی کہ کسی عدالت میں مدعی نے اپنا کیس بالکل غلط عربی میں پیش کیا۔ چوتھی اور مشہور روایت، جس کا تعلق بھی براہ راست قرآن سے ہے یہ ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو سورۃ التوبہ کی تیسری آیت میں لفظ 'ورسولَه' جر کے ساتھ پڑھتے سنا۔ [الجبوری ص۱۵۱، غانم ص ۴۵۱، الفہرست ص۶۰، الکردی ص۸۵، ۸۶] ممکن ہے یہ ساری وجوہ ہی درست ہوں، جن کی بنا پر ابوالاسود رحمہ اللہ نے نحو کے کچھ قواعد بھی مرتب کرنے کی ابتداء کی۔ بیان ہوا ہے کہ انہوں نے تیس آدمیوں کا انٹرویو لینے کے بعد ایک نہایت درست لہجے اور صاف تلفظ والے سمجھدار پڑھے لکھے آدمی کا انتخاب کیا۔ [الزنجانی: ص۸۸] ایک مصحف دے کر اسے اپنے سامنے بٹھایا اور خود آہستہ آہستہ قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ شخص مذکورہ کو الفاظ کے تلفظ کے وقت قاری کے منہ، ہونٹوں اور زبان کی حرکات کے لیے حروف پر مختلف جگہ پر سرخ سیاہی سے ایک خاص انداز میں نقطے لگانے کی ہدایت کی۔ ایک دن یا ایک مجلس میں کیے ہوئے کام پر وہ خود نظر ثانی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پورے قرآن مجید پر 'نقاط شکل' لگانے کا کام مکمل ہوگیا۔

◉ ابوالاسود رحمہ اللہ کے کام کا خلاصہ یہ ہے کہ

❶ انہوں نے حرفوں کی آواز (حرکت) کو نقطوں سے ظاہر کیا۔

❷ یہ نقطے قرآن کی کتابت میں استعمال شدہ (کاپی) سیاہی سے مختلف رنگ میں لگائے گئے۔ بالعموم یا کم از کم ابتداء میں، ان علامتی نقطوں کے لیے سرخ رنگ ہی استعمال کیا گیا۔

❸ زبر (فتحہ) کے لیے متعلقہ حرف کے اوپر ایک نقطہ، زیر (کسرہ) کے لیے حرف کے نیچے ایک نقطہ اور پیش (ضمہ) کے لیے حرف کے سامنے یعنی آگے بائیں طرف ایک نقطہ اور تنوین کے لیے دو دو نقطے مقرر کئے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

◉ ابوالاسود رحمہ اللہ نے ابتداء صرف حرکاتِ ثلاثہ اور تنوین کو ہی نقطوں سے ظاہر کیا۔ [المقنع: ص۱۲۵] (باقی علامات بعد کی ایجاد ہیں) کتابت مصاحف میں اِصلاح یا تکمیل رسم عثمانی کے لیے علاماتِ ضبط مقرر کرنے کی یہ پہلی کوشش تھی اور یہ علامات بھی تمام الفاظ کی بنائی حرکات کے لیے نہیں، بلکہ زیادہ تر صرف اِعرابی حرکات کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی گئی تھیں اور اس لیے ہی اسے نقطۃ الاعراب کہتے تھے۔

⑩ ابوالاسود رحمہ اللہ کا یہ طریقہ بہت جلد کوفہ کے بعد بصرہ اور پھر مدینہ منورہ تک کے مصاحف میں استعمال ہونے لگا۔ اگرچہ نقطوں کے لیے مختلف شکل اور مختلف جگہ بھی استعمال ہونے لگی، مثلاً کوئی نقطے کو گول رکھتا اور اسے 'النقط المدور' بھی کہتے تھے۔ بعض نقطے کو مربع شکل میں لکھتے اور بعض اسے اندر سے خالی گول دائرہ (ہ) ہی بنا دیتے۔ [الکردی: ص۸۷، الجبوری ص۱۵۳] مکہ مکرمہ میں ضمہ (پیش) کا نقطہ حرف کے بائیں طرف سامنے کی بجائے اوپر اور فتح (زبر) کا نقطہ حرف کے اوپر کی بجائے اس سے پہلے دائیں طرف لگانے کا رواج ہوگیا۔ [المنجد، ص۱۲۷]

کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کا یہ پہلا تنوع تھا، جس کی بنا پر عموماً یہ پتہ چل جاتا تھا کہ کس مصحف کی کتابت کس شہر یا کس علاقے میں ہوئی ہے۔

⑪ ابوالاسود رحمہ اللہ کی اس 'اصلاح' کے باوجود ابھی تک یکساں صورت رکھنے والے حروف کی باہمی تمیز کے لیے کوئی تحریری علامت نہیں تھی اور ان کی درست قراءت کا انحصار تلقّی و سماع پر ہی تھا۔ [صفدی: ص۱۳] عبدالملک اُموی رحمہ اللہ کے زمانے میں جب عربی کو دفتری زبان بنا دیا گیا تو نہ صرف قرآن کریم، بلکہ عام عربی تحریر کو بھی اس التباس سے بچانا ضروری معلوم ہوا۔ خلیفہ کی اس خواہش کو عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے یوں پورا کیا کہ اس کے حکم پر بصرہ کے علماء میں سے ابوالاسود رحمہ اللہ ہی کے دو شاگردوں نصر بن عاصم رحمہ اللہ اور یحییٰ بن یَعْمَر رحمہ اللہ نے عربی زبان کے اب تک رائج اٹھارہ حرفوں کو ان کی آوازوں کے مطابق اٹھائیس حرفوں میں بدلا اور چھوٹے چھوٹے نقطوں کے ذریعے متشابہ حروف کو باہم متمیز کردیا۔ خیال رہے کہ ان اٹھائیس حروف کے ان کی آوازوں کے لحاظ سے نام پہلے سے الگ الگ موجود تھے۔ صرف ان کی کتابت کی شکلیں اٹھارہ تھیں، مثلاً 'ح' کو ہی ج ح خ کہتے تھے۔ حرفوں پر اس قسم کے نقطے لگانے کے عمل کو 'اعجام' کہتے ہیں۔ حرکات اور اَصوات کے لیے الدؤلی رحمہ اللہ کے رائج کردہ نقطوں کے برعکس، اعجام کے نقطے اسی سیاہی سے لگانے تجویز ہوئے، جس سے اصل متن لکھا گیا ہو۔ [قصۃ ص۵۲، الزنجانی ص۹۰] کتابت مصاحف میں حروف کی باہم پہچان اور تمیز کے لیے یہ دوسری اِصلاحی کوشش تھی۔

⑫ ان دونوں قسم کے نقطوں میں فرق کرنے کے لیے الگ الگ اِصطلاحات تھیں۔ پہلے (ابوالاسود رحمہ اللہ والے) طریقے کو نقط الحرکات، نقط الاعراب یا نقط الشکل کہتے تھے، جبکہ دوسری قسم (نصر رحمہ اللہ اور یحییٰ رحمہ اللہ کے طریقے پر حرفوں کے نقطے لگانے) کو نقط الاعجام کہتے تھے۔

⑬ اس فن کی کتابوں میں مختلف حرفوں کے لیے مختلف تعداد کے نقطے (ایک، دو یا تین) اور ان کی جگہیں (اوپر یا نیچے) مقرر کرنے کی دلچسپ وجوہ اور اعجام کی مختلف صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: ابن درستویہ ص۵۴ ببعد، المحکم ص۳۵ ببعد، الکردی ص ۹۵-۹۴، غانم ص۵۵۶ ببعد اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فضائلی ص۱۳۷] البتہ ایک اور بات جو خصوصاً قابل ذکر ہے، اگرچہ اس کا تعلق براہ راست علاماتِ ضبط سے نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ نصر رحمہ اللہ اور یحییٰ رحمہ اللہ نے حروفِ تہجی کی روایتی أبجد هوّز حُطّی والی عبرانی ترتیب بدل کر ان کو تقریباً یہ ترتیب دی، جو اب تک ہمارے ہاں رائج ہے۔ ترتیب میں یہ تبدیلی دراصل اس مقصد کے لیے عمل میں لائی گئی تھی تاکہ یکساں صورت والے حروف کو یکجا کر دیا جائے۔

[الخط العربی ص۱۲، الکلاک ص۵۲ بحوالہ الرافعی، فضائلی ص۱۳۸، غانم ص۵۷۱ بحوالہ البلوی]

⑭ ابوالاسود رحمہ اللہ کے نقطوں کی طرح یحییٰ رحمہ اللہ اور نصر رحمہ اللہ یا حجاج کے نقاطِ حروف اور ترتیب تہجی بھی حجاز کے راستے مغرب میں بھی قدرے اختلاف یا تنوع کے ساتھ اختیار کر لیے گئے، مثلاً مغرب میں 'ف' کے سرے کے نیچے ایک نقطہ اور 'ق' کے اوپر ایک نقطہ مثل 'ف' اختیار کیا گیا۔ وہاں کسی لفظ کے آخر پر واقع ہونے کی صورت میں ف ق ن اور ی کو کسی قسم کے علامتی نقطوں کے بغیر لکھا جانے لگا۔ اسی طرح اہل مغرب (خیال رہے اسلامی تاریخ میں مغرب سے مراد مصر کے علاوہ تمام افریقی ممالک اور اندلس ہوتے ہیں، آج کل صرف مراکش کو بھی مغرب کہہ لیتے ہیں) کے ہاں عربی کے حروف تہجی کی ترتیب بھی مختلف رائج ہوگئی۔ اہل مشرق (مصر اور تمام ایشیائی ممالک) میں تو یہ ترتیب یوں ہے: ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک ل م ن و ہ (بعض جگہ ہ و) اور ی۔ اس کے برعکس مغرب میں 'ز' 'ر' کے بعد سے یہ ترتیب اختیار کی گئی: ط ظ ک ل م ن ص ض ع غ ف ق س ش ہ و ی [المحکم ص۳۶، المصور ص۳۳۵ و۳۳۸]

⑮ عباسی دور کے ابتدائی کئی برسوں بلکہ تقریباً ایک صدی تک کتابت مصاحف کا یہی طریقہ رائج رہا، یعنی حرکات بذریعہ رنگدار نقاط اور حرفوں کے نقطے مقابلۃً ان سے ذرا چھوٹے مگر کتابت متن والی سیاہی سے لکھنا، تاہم یہ دو دو قسم کے نقطے لکھنے اور پڑھنے والے، ہر دو، کے لیے صعوبت اور التباس کا سبب بنتے تھے، اس لیے آہستہ آہستہ اعجام کی نقطے محض قلم کے قط کے برابر ہلکی ترچھی لکیروں کی صورت میں ظاہر کئے جانے لگے۔ [غانم ص۶۲-۶۱ ۵] البتہ جب عربی خط میں تحسین و جمال کے پہلو ظاہر ہوئے اور مختلف حسین وجمیل اقلام (اَقسام خط) ایجاد ہوئے تو 'نقط اعجام' کے لیے بھی، تحریر کے حسن و جمال اور حروف کے ہندسی تناسب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مناسب قط اور نقاط کی وضع اور شکل کے لیے بھی خوشخطی کے قواعد مقرر کر لیے گئے۔

⑯ دریں اثناء، ابوالاسود رحمہ اللہ اور یحییٰ رحمہ اللہ و نصر رحمہ اللہ کے تلامذہ اور متبعین نے اس طریقے (نقط الاعراب) کو وسعت دیتے ہوئے کچھ مزید علامات وضع کیں، مثلاً 'سکون' کے لیے چھوٹی سی افقی (سرخ) لکیر باریک قلم سے حرف کے اوپر یا نیچے مگر اس سے الگ لگانے لگے۔ [المحکم (مقدمہ محقق) ص۳۹ جہاں رنگدار نمونہ بھی دیا گیا ہے] اسی طرح 'تشدید' کے لیے حرف کے اوپر قوس کی اُفقی شکل ( ) کا نشان اختیار کیا گیا، جس کے دونوں سرے اوپر اٹھے ہوتے تھے۔ حرف منون پر فتحہ (زبر) کی صورت میں سرخ نقطہ اس قوس کے اندر ( ) کسرہ (زیر) کے لیے نیچے ( ) اور ضمہ (پیش) کے لیے یہ نقطہ قوس کے دائیں سرے کے اوپر لگاتے ( )۔ پھر کچھ عرصہ بعد علامات تشدید والی قوس ( ) پر حرف منون کی حرکت کے لیے نقطہ لگانا ترک کر دیا گیا اور اس کی بجائے مشدد مفتوح حرف کی صورت میں 'قوس تشدید' حرف کے اوپر ( ) اور مکسور مشدد کے لیے حرف کے نیچے الٹی قوس ( ) اور مشدد (مضموم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اوپر اوندھی شکل کی قوس ( ) بنانے لگے۔ [الجبوری ص۱۵۳، الکردی ص۸۷-۸۶، الزنجانی ص۸۸ اور عبود ص۴۰، المقنع ص۱۳۰ اس کا نمونہ دیکھئے آربری پلیٹ نمبر (اوّل)] اس کے بعد علامت تشدید کے طور پر صرف دال مقلوبہ ( ) بھی استعمال ہونے لگی۔ [دیکھئے حوالہ نمبر ۳۷ مذکورہ بالا۔ نیز دیکھئے یہی کتاب (المحکم ص۵۰ ببعد اور الطراز ورق ۲۸ الف و ب جہاں اس کو تشدید اہل مدینہ کہا گیا ہے۔]

⑰ نقاط کی مشابہت سے پیدا ہونے والے التباس کے اِمکان کو کم کرنے کے لیے اور کتابت میں بیک وقت متعدد سیاہیوں کے استعمال کی صعوبت سے بچنے کے لیے ایک اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ [قصہ ص۵۲، صفدی ص۱۳، فضائلی ص۱۳۸، الکردی ص۹۱، غانم ص۵۰۵ ببعد] مشہور نحوی اور واضع علم العروض الخلیل بن احمد الفراہیدی رحمہ اللہ [م ۱۷۰ھ] نے وقت کی اس ضرورت کو نئی علامات ضبط ایجاد کر کے پورا کیا اور یہی وہ علامات ضبط ہیں جو کم و بیش آج بھی ہر جگہ نہ صرف کتابت مصاحف میں بلکہ کسی بھی مشکول عربی عبارت کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

⑱ الخلیل رحمہ اللہ نے نقط اعجام کو متن کی سیاہی سے لکھنا، اسی طرح برقرار رکھا بلکہ اس نے حرفوں کے نقطوں کی تعداد اور ان کی جگہ کے تعین کے اَسباب وعلل بھی بیان کئے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: المحکم ۳۶-۳۵ اور غانم ص۵۵۵ ببعد] البتہ اس نے الشکل بالنقاط کی بجائے الشکل بالحرکات کا طریقہ ایجاد کیا، یعنی فتحہ (زبر) کے لیے حرف کے اوپر ایک ترچھی لکھیر (ـَ)، کسرہ (زیر) کے لیے حرف کے نیچے ایک ترچھی لکیر (ـِ) اور ضمہ (پیش) کے لیے حرف کے اوپر ایک مخفف سی واؤ کی شکل (ـُ) لگانا تجویز کیا اور تنوین کے لیے ایک کی بجائے دو دو حرکات (ـً ـٍ ـٌ) مقرر کیں۔

◉ ان حرکات ثلاثہ کے علاوہ الخلیل رحمہ اللہ نے پانچ نئی علامات ضبط ایجاد کیں یا ان کے لیے حرکاتِ ثلاثہ کی طرح ایک نئی صورت وضع کی۔ الخلیل رحمہ اللہ کی علامات دراصل حرکت کی صوتی مناسبت سے کسی باریک سے حرف یا علامت کے نام یا اس کے کسی حصے کی مخفف شکل تھیں۔ گویا ہر علامتِ ضبط اپنے مدلول پر دلالت کرتی تھی، مثلاً الخلیل رحمہ اللہ نے فتحہ کے لیے 'الف صغیرہ مبطوحہ' (چھوٹا سا ترچھا الف)، کسرہ کے لیے یاء کا مخفف سرا (ـ) اور ضمہ کے لیے واؤ کی مخفف صورت اختیار کی۔ [الطراز ورق ۵/ب، الکردی ص۹۱] اسی طرح اس نے سکون کے لیے حرف ساکن کے اوپر 'ہ' یا 'ح' کی علامت وضع کی، جو لفظ 'جزم' کے ج یا م کے سرے کا مخفف نشان ہے۔ شدہ یا تشدید کے لیے اس نے حرف مشدد کے اوپر 'ـّ' لگانا تجویز کیا، جو 'ش' کے سرے سے ماخوذ ہے۔ مدہ یا تمدید کے لیے حرف ممدود کے اوپر 'آ' کی علامت اختیار کی جو دراصل لفظ 'مدّ' ہی کی دوسری یا مخفف شکل ہے۔ اسی طرح 'ہمزہ الوصل' کے لیے الف کے اوپر 'ـ' یعنی 'صلۃ' کے 'ص' کی ایک صورت اور ہمزہ القطع کے لیے 'أ' کی علامت وضع کی، جو حرف عین (ع) کے سرے سے ماخوذ ہے۔ کہتے ہیں کہ الخلیل رحمہ اللہ نے 'روم اور اشمام' کے لیے بھی علامات وضع کی تھیں۔

⑲ الخلیل رحمہ اللہ کی ایجاد کردہ علامات کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں کتابت کے لیے دو سیاہیاں استعمال کرنا لازمی نہ تھا بلکہ متن (قرآن) اور علاماتِ ضبط سب ایک ہی سیاہی سے لکھے جانے لگے۔ اس سے کتابت میں صعوبت اور قراءت میں التباس کے اِمکانات کم تر ہو گئے۔ اس لیے یہ طریقہ بہت جلد مقبول ہو گیا۔ آج کل دنیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھر میں کتابت مصاحف کے لیے علاماتِ ضبط کا یہی طریقہ رائج ہے۔ البتہ ضرورۃ اور بعض جگہ رواجاً اس میں مزید اِصلاحات اور ترمیمات کا عمل جاری رہا۔ الخلیل ؒ کی وضع کردہ علاماتِ ضبط، کتابت مصاحف میں علامات ضبط کی اِصلاح یا تکمیل کی تیسری کوشش تھی جو ایک بڑے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

[دیکھئے حوالہ نمبر ۴۹ مذکورہ بالا]

⑳ جب الخلیل بن احمد الفراہیدی ؒ نے دوسری صدی ہجری کے اواخر میں علاماتِ ضبط کا یہ نیا طریقہ وضع کیا، تو اس وقت تک ابوالاسود ؒ کا ایجاد کردہ طریقہ نقاط (نقط) کتابت مصاحف کے لیے پوری دنیائے اسلام کے مغربی اور مشرقی حصوں میں استعمال ہو رہا تھا، بلکہ اس میں مزید اِصلاحات اور نئی نئی علامات کی ایجاد سے یہ طریقہ زیادہ مکمل اور قرآن کریم کی قراءت اور تجوید کی بہت سی ضرورتوں اور نطقی وصوتی تقاضوں کے لیے کافی ومکتفی بن چکا تھا۔ اس لیے شروع میں کافی عرصہ تک لوگ کتابتِ مصاحف کے لیے الخلیل ؒ کے طریقے کی بجائے ابوالاسود ؒ والے طریق نقط کا استعمال ہی جائز سمجھتے تھے۔ الخلیل ؒ کا طریقہ کافی عرصہ تک صرف کتبِ شعر اور دیگر غیر قرآنی عربی عبارات میں استعمال ہوتا تھا، بلکہ اسی وجہ سے اور شکل المصحف کے طریقۂ نقط سے ممتاز کرنے کے لیے اسے شکل الشعر (یعنی شعروں میں حرکات لگانے کا طریقہ) بھی کہتے تھے۔ دونوں قسم کے 'شکل' کی صوری خصوصیات کی بنا پر ابوالاسود ؒ والے طریقے کو الشکل المدور اور مؤخر الذکر کو الشکل المستطیل بھی کہتے تھے۔

◉ مغرب یعنی سپین اور افریقی ممالک میں تو کتابتِ مصاحف کے لیے علاماتِ ضبط کے طور پر ابوالاسود ؒ کے طریق نقط کو ایک قسم کی تقدیس کا درجہ حاصل ہو گیا تھا۔ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی ؒ [م ۴۴۴ھ]، جو رسم عثمانی اور علامات ضبط بذریعہ 'النقط المدور' کے بہت بڑے عالم تھے اور ان فنون میں انہوں نے یادگار تصانیف چھوڑی ہیں، وہ اپنی کتاب 'المحکم فی نقط المصاحف' میں الخلیل ؒ کے طریقے کے کتابت مصاحف میں استعمال کو 'بدعت' اور ابوالاسود ؒ والے طریقے کو 'طریق سلف' قرار دیتے ہیں اور بڑی دلیل ان کی یہ ہے کہ یہ طریقہ (یعنی نقط) ایک تابعی بزرگ (ابوالاسود ؒ) نے شروع کیا تھا اور انہوں نے کتابتِ علامات کے لیے اپنے منتخب کاتب سے 'فانقط' اور 'اجعل نقطة' یعنی میری ہدایت کے مطابق نقطے لگاؤ، کے الفاظ کہے تھے۔ [المحکم ص ۴۳، نیز غانم ص ۵۰۱ ببعد]

㉑ تعلیمی اور تدریسی اہمیت اور افادیت کے لحاظ سے الخلیل ؒ کا طریقہ یقیناً بہتر تھا اور ایک سیاہی کے استعمال کے باعث اس میں ایک سہولت بھی تھی، اس لیے بہت جلد یہ کتابت مصاحف میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔ عالم اسلام کے مشرقی حصے میں تو اس نے مکمل طور پر ابوالاسود ؒ اور ان کے متبعین کے طریق نقط کی جگہ لے لی۔ خصوصاً خط نسخ کی ایجاد اور کتابت مصاحف میں اس کے استعمال کے بعد سے تو الخلیل ؒ کے طریقے کو ہی قبول عام حاصل ہوا۔ علاماتِ ضبط بذریعہ نقاط کا طریقہ خط کوفی (جو کتابت مصاحف میں مستعمل خط جمیل کی پہلی صورت تھی) کے لیے تو زیادہ موزوں تھا، اس لیے کہ خط کوفی اکثر و بیشتر جلی قلم سے لکھا جاتا تھا۔ خط نسخ میں بالعموم نسبتاً باریک قلم استعمال ہوتا تھا اور اس کے لیے نقط بذریعہ حرکات کا طریقہ ہی زیادہ موزوں تھا اور شاید یہ بھی ایک وجہ تھی کہ آہستہ آہستہ اس کا رواج بلادِ مغرب میں بھی ہو گیا۔ مشرق اور مغرب میں ساتوں صدی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجری تک کے لکھے ہوئے بعض ایسے مصاحف نظر آتے ہیں، جن میں علامات ضبط بعض دفعہ دونوں طریقوں سے ملی جلی بھی استعمال کی گئی ہیں اور بعض علماءِ ضبط سے اس کی اجازت بھی ثابت ہے۔[غانم ص ۵۲۲]

(۴۲) ابھی یہ بتایا جاچکا ہے کہ نقاط کے ذریعے شکل المصاحف کا طریقہ طویل استعمال اور قریباً تین صدیوں کی اِصلاحات کی وجہ سے قراءت اور تجوید کی اکثر و بیشتر ضروریات کے لیے زیادہ موزوں اور مکمل و مکتفی 'نظام ضبط' بن چکا تھا، بلکہ اس دوران قراءتِ سبعہ کی تدوین بھی عمل میں آ گئی اور نقط و شکل کا یہ طریقہ مختلف روایات، مثلاً حفص، قالون، ورش اور الدوری وغیرہ کی مختص نطقی اور صوتی کیفیات کی رعایت کے لیے بھی موزوں کرلیا گیا۔ [ماہرین فن تو فن کی مخصوص کتابوں کے ذریعے تمام ہی قراءات کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں ہم نے صرف چار روایات کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ زیادہ تر یہی مختلف علاقوں میں رائج ہوگئی تھیں اور ان علاقوں میں عوام کے لیے تیار کردہ مصاحف میں حسب روایت ہی ضبط کا خیال رکھنا پڑتا تھا اور قراءات کا یہ انتشار اور رواج اب تک جاری ہے، مثلاً اس وقت حفص کی روایت تمام ایشیائی ممالک اور مصر میں، قالون کی روایت لیبیا اور تیونس میں، ورش کی روایت مراکش، نائیجیریا اور غانا میں اور الدوری کی روایت یمن اور سوڈان میں رائج ہے اور ان روایات و قراءات کے مطابق مصاحف مطبوعہ دستیاب ہیں۔] اس لیے الخلیل رحمہ اللہ کے طریقے کے متبعین نے بھی اس قسم کی تمام ضروریات کے لیے نقط المصاحف کے اس طریقہ کے اُصول اور قواعد کو ہی اپنا رہنما بنایا، مثلاً پرانے طریقے کے مطابق 'اظہار' کے لیے تنوین رفع ونصب کی صورت میں حرف منون کے اوپر اور تنوین جر کے لیے حرف کے نیچے۔ دو متراکب (اوپر نیچے) نقطے (:) لگائے جاتے تھے اور 'اخفاء' کے لیے اسی طرح حرف کے اوپر یا نیچے دو متتابع (آگے پیچھے) نقطے (..) لگائے جاتے تھے۔[المقنع: ص۱۲۷] نقط بالحرکات کی صورت میں اظہار کے لیے کتابت تنوین مکرر حرکات کی یہ شکل اختیار کی گئی: (ـً ـٍ ـٌ) اسے اصطلاح میں 'ترکیب' کہتے ہیں اور اخفاء کے لیے اس سے مختلف صورت لے لی گئی: (ـً ـٍ ـٌ) اور اسے اصطلاح میں 'اتباع' کہتے ہیں۔[الطراز ورق ۱۲/ب۔ نیز دیکھئے: المحکم ص۲۷ جہاں اسے نقط علی الطول' اور 'نقط علی العرض' کہا گیا ہے۔] اسی طرح ادغام، اقلاب، امالہ وغیرہ کے لیے نقط کے پرانے طریقے کو ضرورت کے مطابق ڈھال لیا گیا، مثلاً پہلے نون ساکنہ یا قبل با (ب) کے اقلاب بمیم کے لیے 'ن' کو علامت سکون سے اور 'ب' کو علامت تشدید سے معری رکھتے تھے یا 'ن' پر سرخ سیاہی سے چھوٹی سی میم (م) بنا دیتے تھے۔ نقط بالحرکات میں اسی دوسرے طریقے کو اپنا لیا گیا۔[المحکم ص۶۷-۵۷ اور الطراز ورق ۱۷/ب]

علم الضبط کی تدوین

(۴۳) علم الضبط ایک عملی فن تھا اور مصاحف کے کاتب اور ناقط عموماً اس کی عملی تطبیقات سے واقف ہوتے تھے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ کاتب (خوشنویس) حضرات میں سے کم ہی اہل علم ہوتے ہیں۔ اس لیے اس فن کے علماء نے ابتدائی دور سے ہی کتاب مصاحف کی رہنمائی کے لیے رسم، ضبط اور وقف ووصل وغیرہ کے اُصول وقواعد پر مستقل تالیفات تیار کرنا شروع کردی تھیں۔ بہت سے دوسرے اِسلامی علوم کی طرح علم الضبط میں بھی تالیف کی ابتداء 'نقط وشکل' پر چھوٹے رسالوں یا کتابچوں سے ہوئی۔ آہستہ آہستہ محض علامات اور رموز کے بیان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علاوہ فن کی مختصر تاریخ اور اس کے اُصول وقواعد کے ساتھ ان کے علل واَسباب اور بعض دیگر مباحث کا بیان بھی ساتھ شامل کیا جانے لگا۔اس طرح اس فن کی جامع تالیفات وجود میں آئیں۔

(۲۴) قواعد نقط وشکل (علم الضبط) پر سب سے پہلی تالیف کے طور پر ابوالاسود رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک 'مختصر' رسالہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔[المحکم:ص۴]لیکن غالباً یہ رسالہ قواعد نقط کی بجائے قواعد نحو کے بارے میں تھا، جو کل چار اَوراق پر مشتمل تھا۔[الفہرست:ص۶۱] ابن الندیم نے 'الكتب المؤلفة فى النقط والشكل للقرآن' کے تحت صرف چھ اشخاص کی کتابوں کا ذکر کیا ہے، یعنی الخلیل رحمہ اللہ[م۱۷۰ھ]، محمد بن عیسیٰ الاصفہانی [م۲۵۳ھ]، یزیدی[۲۰۲ھ]، ابن الانباری[م۳۲۷ھ]، ابوحاتم سجستانی[۲۵۲ھ] اور دینوری رحمہم اللہ[م۲۸۲ھ][الفہرست ص۵۳، ابن الندیم رحمہ اللہ نے یزیدی رحمہ اللہ کی وضاحت نہیں کی۔ ڈاکٹر عزۃ حسن نے اپنے مقدمہ میں یحییٰ بن مبارک یزیدی رحمہ اللہ [م۲۰۲ھ] اور اس کے تین بیٹوں یزیدیون کا ذکر کیا ہے، مگر زرکلی نے صرف ابراہیم بن یحییٰ رحمہ اللہ[م۲۲۵ھ] کا مولف 'کتاب النقط والشکل' ہونا بیان کیا ہے۔ دیکھئے: الاعلام: ۲۴۸/۱ و ۷/۹ـ۱۷] الدانی کی "المحكم فى نقط المصاحف" کے محقق ڈاکٹر عزۃ حسن نے ان چھ کے علاوہ دس مزید علماء ضبط کا ذکر کیا ہے، جن میں سے بلحاظ ترتیب زمانی آخری نام علی بن عیسیٰ الرمانی رحمہ اللہ [۳۸۱ھ] کا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے کسی کی تالیف ہم تک نہیں پہنچی ہے۔ [المحکم (مقدمہ محقق) ص۳۳-۳۲]البتہ بعد میں آنے والی کتابوں میں ان تالیفات کے اقتباسات ملتے ہیں۔ المحکم میں الدانی [م۴۴۴ھ] نے بعض ایسے لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے، جنہوں نے اس فن میں شائد کوئی تالیف تو نہیں چھوڑی مگر وہ اپنے زمانے کے یا اپنے علاقے کے مشاہیر ناقطین مصاحف میں سے تھے۔[نفس المصدر (المحکم):ص۹]

(۲۵) اس فن کی جو تالیفات ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے اہم اور جامع تصنیف ابوعمرو عثمانی بن سعید الدانی رحمہ اللہ کی المحكم فى نقط المصاحف ہے، جو دمشق سے ۱۹۶۰ء میں ڈاکٹر عزۃ حسن کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ اسی موضوع پر الدانی کی ایک مختصر 'كتاب النقط والشكل' بھی ہے، جو 'المحکم' سے پہلے کی تصنیف ہے اور جو اس کی علم الرسم پر مشہور کتاب 'المقنع' کے ساتھ دمشق سے ہی ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً اس موضوع پر الدانی کی ایک تیسری تالیف 'التنبيه على النقط والشكل' بھی تھی۔[حوالہ نمبر ۶۲ ص ۲۵] الدانی کے بعد اس موضوع پر اہم تالیف الخراز [م۷۱۸ھ] کا ۱۴۵/ابیات پر مشتمل ایک اَرجوزہ ہے، جس کا عنوان 'ضبط الخراز' ہے اور یہ خراز کی علم الرسم پر مشہور کتاب 'مورد الظمآن' کا تتمہ ہے۔ خراز کے اس ارجوزے کی شرحوں میں سے مشہور شرح التنیسی [م۸۹۹ھ] کی 'الطراز فى شرح ضبط الخراز' ہے۔[الطراز ورق ۱/ب نیز غانم ص۴۸۲] یہ کتاب ابھی شائع نہیں ہوئی، البتہ اس کے مخطوط نسخے متعدد کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر الخلیل رحمہ اللہ ہی کے طریقے کا اتباع کیا گیا ہے۔

(۲۶) علم الضبط کے اُصول وقواعد پر مشتمل جن کتابوں یا بعض فصول کا اوپر ذکر ہوا ہے، ان میں وہ کتابیں بھی ہیں جو ابوالاسود رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے نظام نقط وشکل سے بحث کرتی ہیں اور کچھ وہ بھی ہیں جو الخلیل رحمہ اللہ کے طریقے پر مبنی ہیں، لیکن بہر حال ان سب میں بیان کردہ قواعد کا اطلاق قلمی مصاحف پر ہوتا تھا، کیونکہ ان میں رسم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ضبط کی بہت سی علامات اور رموز متن کی سیاہی کی بجائے مختلف رنگوں میں لکھی جاتی تھیں۔[ملاحظہ ہو الطراز ورق ۱۲۶/ب ببعد] دور طباعت میں رنگوں کا یہ تنوع برقرار رکھنا دشوار تھا۔اس لیے طباعت کے تقاضوں کے مطابق بعض علامات رسم وضبط کو تبدیل کرنا پڑا۔ان جدید قواعد کے لیے ضبط مصاحف پر کچھ نئی تالیفات بھی وجود میں آئیں۔ان میں سے علامہ علی الضباع کی 'سمیر الطالبین' الشیخ احمد أبو ذیتحار کی 'السبیل الی ضبط کلمات التنزیل' اور ڈاکٹر محمد سالم محیسن کی 'إرشاد الطالبین إلی ضبط الکتاب المبین' قابل ذکر ہیں۔

علامات ضبط کا اجمالی بیان

(۴۷) اس فن کی کتابوں کے مطالعہ سے اور مختلف ملکوں اور زمانوں کے قلمی اور مطبوعہ مصاحف کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابت مصاحف میں حروف کی نطقی کیفیت کو متعین کرنے کے لیے بنیادی مواقع ضبط پانچ ہیں، یعنی حرکت، سکون، شد، مد اور تنوین، مگر علم تجوید وقراءت کے تقاضوں کے پیش نظر ان بنیادی پانچ مواقع میں سے ہر ایک کے متعلق کچھ مزید نطقی کیفیات کو ضبط کرنے کی ضرورت درپیش آتی ہے، مثلاً (۱) حرکت سے حرکات ثلاثہ قصیرہ (ـَ ـِ ـُ) اور ان کی بعض خاص نطقی کیفیات، مثلاً اشمام، روم، اختلاس، امالہ یا بعض خاص حروف کی ترقیق یاتفخیم کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ (۲) سکون کی صورت میں بعض خاص صوتی اثرات ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً نون یا میم ساکنہ کا اخفاء واظہار، یا حروف 'قطب جد' میں قلقلہ کی کیفیت وغیرہ۔ (۳) اسی طرح تشدید ہم مخرج یا قریب المخرج حروف میں سکون اور حرکت کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی یہ متحرک حرف کے بعد آتی ہے اور کبھی ساکن حرف کے بعد۔ (۴) تنوین کی اپنی مخصوص علامات ہیں۔مزید برآں تنوین کا ملفوظی نون ساکنہ ہو یا عام مکتوبی نون ساکنہ، ان کے بعض دوسرے حروف کے ساتھ امتزاج اور اجتماع سے چند مخصوص صوتی اور نطقی مسائل پیدا ہوتے ہیں، مثلاً اخفاء، اظہار، اقلاب، ادغام، نون تنوین کا مابعد کے حرف ساکن سے اتصال کا طریقہ وغیرہ۔ (۵) حرکات طویلہ یعنی مد کی مختلف صورتوں میں حروف مدہ کے طریق ضبط کے علاوہ ہائے کنایہ اور لام جلالت کا طریق اشباع بھی شامل ہے۔

◉ ان کے علاوہ رسم عثمانی کی بعض خصوصیات بھی مخصوص قسم کی علامات کی متقاضی ہوتی ہیں، مثلاً اصل مصاحف عثمانی میں ہمزہ متوسطہ متطرفہ کا نہ لکھا جانا یا ایسے حروف لکھے جانا جو پڑھے نہیں جاتے، (زیادۃ فی الھجاء) یا ایسے حروف نہ لکھے جانا جو پڑھنے میں آتے ہیں (یعنی نقص فی الھجاء) وغیرہ۔اس قسم کے امور بھی مخصوص رموز ضبط کی ایجاد کے متقاضی ہوئے۔کتابت ہمزہ عربی زبان کی عام املاء میں بھی باعث صعوبت بنتی ہے۔[دیکھئے عبود:ص۱۰ ببعد]لیکن مصاحف میں اس کے اپنے مخصوص رسم بلکہ 'عدم رسم' سے پیدا ہونے والے مختلف قراءت کے اپنے اپنے اَحکام ہمزہ مثلاً تحقیق، تسہیل یا بین بین وغیرہ نے اسے مزید پیچیدہ فن بنا دیا ہے۔ المحکم اور الطراز میں سب سے طویل بیان کتابت ہمزہ اور اس کے قواعد کا ہے۔[نیز دیکھئے عبود:ص۴۰-۳۹]اور یہ تو ھمزۃ القطع کا قصہ ہے۔ ہمزۃ الوصل یا الف الوصل کو ھمزۃ القطع سے ممتاز کرنے کے لیے مخصوص علامت (صلہ) کی ایجاد اور ہمزۃ الوصل میں وصل وابتداء کی علامت کا تعین بھی اس فن (ضبط) کا ایک خاص موضوع ہے۔اسی طرح کتابت ہمزہ ہی کے ضمن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں یہ دلچسپ بحث کہ 'لا' میں کون سا سرا الف اور کون سا لام ہے۔اس بحث نے بھی اہل مشرق اور اہل مغرب کے طریق ضبط میں ایک زبردست تنوع پیدا کر دیا ہے اور علم الضبط میں کسی حرف کو ہر قسم کی علامات ضبط سے خالی رکھنے (تعرية) کے بھی مختلف قواعد ہیں، وغیرہ ذالك۔

٢٨ اس طرح اگر تفصیل میں جائیں تو یہی پانچ بنیادی علاماتِ ضبط پھیل کر چالیس سے زائد علامات کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔

علامات ضبط کا تفصیلی بیان

٢٩ **حرکات قصیرہ:** یعنی فتحہ، کسرہ اور ضمہ......شروع میں ابوالاسود رحمہ اللہ کے طریقہ پر رنگدار اور نقطوں سے ظاہر کی جاتی تھیں۔اس کے بعد الخلیل رحمہ اللہ کی ایجاد کردہ حرکات (ـَ ـِ ـُ) استعمال ہونے لگیں اور یہی اب تک رائج ہیں۔

٣٠ **سکون:** ابوالاسود رحمہ اللہ نے خود تو حرف ساکن کے لیے کوئی علامت وضع نہیں کی تھی، البتہ نقطِ مصاحف میں ان کے متبعین نے علامت سکون کے طور پر حرف ساکن کے اوپر ہلکی سی سرخ اُفقی لکیر (جرَّة حمراء) تجویز کی تھی۔ اہل مدینہ اس کے لیے سرخ گول دائرہ استعمال کرتے تھے۔[المقنع ص ١٢٩، المحکم (مقدمہ ٩ ص ٣٨] الخلیل رحمہ اللہ نے اس کے لئے 'ۡ' اور 'ۡ' تجویز کیا، جس میں جزم کے 'ج' یا 'م' کی طرف اشارہ ہے۔[الطراز ورق ٢٤/ب، غانم ص ٨٨ ببعد]اور یہی دو علامتیں آج کل استعمال ہوتی ہیں۔افریقی ممالک میں زیادہ تر 'ۡ' کا اور مشرقی ملکوں میں 'ۡ' یا 'ۡ' کا رواج ہے۔بعض 'ۡ' کو خاص نون ساکنہ مظہرہ کے لیے استعمال کرتے ہیں اور 'ۡ' کو عام علامت سکون کے طور پر یا نون مخفاة اور میم مخفاة کے لیے استعمال کرتے ہیں۔[مصحف الحلبی: ص ٥٢٤]

⊙ مشرقی ممالک میں سے چین میں عام علامت سکون 'ۡ' ہی استعمال ہوتی ہے، اگرچہ وہاں اس کے لیے کبھی کبھار دوسری علامت 'ۡ' بھی استعمال کر لیتے ہیں اور بظاہر دونوں علامات بغیر کسی 'رمز تمیز' ہونے کے مستعمل ہیں۔یہی صورت بعض ایرانی مطبوعہ مصاحف کے اندر دیکھنے میں آئی ہے۔

⊙ بعض اہل علم نقاط نے مختلف مقاصد کے لیے مختلف علامت ہائے سکون وضع کی ہیں، مثلاً نون یا میم ساکنہ مظہرہ کے لیے: 'ۡ' اور نون یا میم مخفاۃ کے لیے: 'ۡ' نون ساکنہ کے ادغام ناقص کے لیے: 'ۡ' اور قلقه کے لیے: 'ۡ'۔

[تجویدی قرآن (مقدمہ) ص ١٥ و ص ١٩]

⊙ عرب اور افریقی ممالک میں اِدغام تام کی صورت میں نون ساکنہ کو علامتِ سکون سے خالی رکھا جاتا ہے اور حرف مدغم فیہ پر علامت تشدید ڈالتے ہیں اور اِدغام ناقص یا اِخفاء کی صورت میں نون کو عموماً علامت سکون سے اور اگلے حرف کو تشدید سے خالی رکھا جاتا ہے یعنی اخفاء اور ادغام ناقص کے مابین کوئی علامت تمیز مقرر نہیں ہے۔[الطراز ورق ١٩/ب و ٢٠/الف] یہ طریقہ نہ صرف علامہ التنيسي کی تصریح کے خلاف ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ اس میں 'ادغام مع الغنه' کی کوئی رعایت نہیں کی گئی، یعنی حرف مدغم فیہ کے 'و' یا 'ی' ہونے کی صورت میں یا کوئی دوسرا حرف ہونے میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا، مثلاً ان مصاحف (مصری، سعودی اور سوڈانی) میں 'من تحتها، من ثمرة' کی طرح 'مَن يَقُوْلُ' اور 'مِن وَالٍ' لکھا گیا ہے، حالانکہ آخری دو مثالوں میں ی اور و کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اِدغام مع الغنه ہے۔ان مصاحف میں قاری کے لیے اس غنہ کی پہچان کی کوئی علامت نہیں ہے۔

◉ البتہ لیبی اور تونسی مصاحف بروایۃ قالون میں 'وْ اور 'یْ' کی صورت اِدغام میں نون ساکنہ پر علامت سکون اور 'وْ یا 'یْ' پر تشدید بھی ڈالی گئی ہے یعنی 'مَنْ يَّقُوْلُ' اور 'مِنْ وَّالٍ' لکھا گیا ہے۔ یہی طریقہ صاحب الطراز نے الدانی رحمہ اللہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ کا 'اختیار' قرار دیا ہے اور ٹھیک یہی طریقہ تمام پاکستانی مصاحف میں استعمال ہوتا ہے اور اس لحاظ سے مصری اور سعودی مصاحف کا ضبط ناقص ہے۔ پاکستان کے 'تجویدی مصحف' میں ادغام مع الغنه سے قاری کو بروقت متنبہ کرنے کے لیے نون پر مخصوص علامت سکون ( ) ڈالی گئی ہے اور یہ اس مصحف کی مزید خوبی ہے۔

[دیکھئے اوپر حاشیہ ۸۹]

◉ ساکن نون کے قبل از 'ب' ہونے کی وجہ سے اس کے اقلاب بمیم کی صورت میں 'ن' پر علامت سکون کی بجائے چھوٹی سی میم (م) لکھی جاتی ہے، مثلاً مصری سعودی اور افریقی مصاحف میں [دیکھئے ان کے ضمیمہ ہائے تعریفی] اور بعض اس 'م' کے اوپر علامت سکون ڈالتے ہیں، مثلاً پاکستانی تجویدی قرآن مجید میں [دیکھئے اس کا مقدمہ ص ۲۰] یعنی پہلی صورت میں 'من بعده' لکھیں گے اور دوسری صورت میں یہ لفظ یوں لکھا جائے گا: ''من بعده''

⑶① **تشدید (شد):** یہ دراصل ہم مخرج یا ہم جنس حروف کے سکون اور حرکت کا اِمتزاج ہے، جو کبھی ایک کلمہ میں واقع ہوتا ہے اور کبھی دو کلمات میں۔ ابوالاسود رحمہ اللہ نے خود تو نہیں مگر ان کے متبعین نے اس کے لیے ' ' کی شکل تجویز کی تھی جو دال مقلوبہ سے ماخوذ تھی۔ [المحکم ص ۴۹ ببعد، نیز الطراز ورق ۲۶/الف ببعد] پہلے اس کے لیے قوس کی شکل بھی (یا یا) اختیار کی گئی تھی۔ الخلیل رحمہ اللہ نے اس کے لیے موجودہ علامت (ّ) ایجاد کی، جو تشدید یا شدہ کے 'ش' سے ماخوذ ہے۔ اشکال کے معمولی فرق، مثلاً یا کے ساتھ یہ نظام اب تک دنیائے اسلام کے مشرق و مغرب میں ہر جگہ مستعمل ہے، البتہ حرف مشدد مکسور کی حرکت کے موقع میں کہیں کہیں اختلاف ہے۔

[غانم ص ۵۹۰ ببعد ۱۰۱، المقنع ص ۱۲۷، المحکم ص ۶۸]

③② **تنوین:** یہ دراصل حرف متحرک اور نون ساکنہ کا امتزاج ہے، جو کسی کلمہ کے آخر پر واقع ہوتا ہے۔ اس میں نون ملفوظی شکل میں موجود مگر مکتوبی شکل میں غائب ہوتا ہے۔ الدانی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ابوالاسود رحمہ اللہ نے اس کے لیے دو نقطے تجویز کئے تھے، جو تنوین رفع کے لیے حرف کے سامنے (پیچھے)، تنوین نصب کے لیے حرف کے اوپر اور تنوین جر کے لیے حرف کے نیچے لگائے جاتے تھے۔ کسی حرف حلقی سے ماقبل یہ نقطے متراکب (:) اور حروف اخفاء سے پہلے متتابع (..) ہوتے تھے۔

◉ الخلیل رحمہ اللہ کے ایجاد کردہ طریقے میں اسے دو دو حرکات سے ظاہر کیا جانے لگا اور اب تک کیا جاتا ہے۔

◉ تنوین کے نون کے اِقلاب بمیم کو ظاہر کرنے کے لیے برصغیر اور چین کے مصاحف میں پوری تنوین لکھنے کے بعد اگلی 'ب' پر چھوٹی سی 'م' لکھنے کا رواج رہا ہے، مثلاً أمداً بعیداً۔ ترکی اور ایران کے بیشتر مصاحف میں یہ چھوٹی 'م' لکھنے کا مطلقاً رواج نہیں ہے۔ معلوم نہیں وہ اس 'ن' کی آواز کو کس طرح 'م' میں بدلتے ہیں۔ بظاہر یہ نہایت ناقص ضبط ہے اور قاری کو صحیح تلفظ میں کوئی مدد نہیں دیتا۔ عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں بصورتِ تنوین اس اقلاب کو ظاہر کرنے کے لیے تنوین کی صرف ایک حرکت لکھ کر ساتھ چھوٹی سی 'م' لکھ دی جاتی ہے۔ ( ) تجویدی قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ چھوٹی 'م' پوری تنوین اخفاء کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ ( ) یہ طریقہ مصری مصحف سے ہی ماخوذ ہے، مگر ذرا ترمیم کے ساتھ جو کاتب مصحف کے لیے مشکل پیدا کرنے والی ہے، مگر قاری کے لیے نہایت مفید ہے۔

◉ تنوین کے نون ملفوظی اور مابعد کے مشدد یا ساکن حرف کے اتصال کی علامت کے طور پر مشرقی ممالک، خصوصاً ترکی، ایران، برصغیر اور چین میں حرف منون کے بعد یا تنوین کے نیچے ایک چھوٹا سا 'ن' لکھتے ہیں جو اکثر مکسور ہی ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں برصغیر میں اس نون کو 'نون قطنی' بھی کہتے ہیں۔ تجویدی قرآن میں یہ نون تنوین کی دوسری حرکت کے بدل کے طور پر ایک سرے پر لکھا گیا ہے۔ ( ) یہ عجیب بات ہے کہ عرب اور افریقی ممالک کے مصاحف میں اس مقصد کے لیے کوئی علامت استعمال نہیں کی جاتی، حالانکہ اُصول تجوید میں اس نون اتصال یا نون قطنی کے طریق اداء سے بحث کی جاتی ہے۔ [حق التلاوة ص٦٩، الكلاك ص٧٠] شاید اہل زبان خود بخود ایسے موقع پر نون اتصال کا تلفظ پیدا کر لیتے ہوں، مگر اہل مشرق کے لیے اس علامت کے بغیر اسے صحیح پڑھنا ناممکن ہے۔

(٤٣) **حرکات طویلہ:** یعنی الف ماقبل مفتوح یا 'و' ماقبل مضموم یا 'ی' ماقبل مکسور، جسے دوسرے لفظوں میں مد طبعی یا مد اصلی بھی کہتے ہیں۔ رسم عثمانی میں ان حرکات کے متعدد اور متنوع مظاہر پائے جاتے ہیں اور ان کے خلاف قیاس اور متباین کتابت نے علم الضبط کے لیے بھی کئی مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ مد کی صورت میں یہ حروف مدہ یعنی ا، و، ی ہمیشہ ساکن ہی ہوتے ہیں اور اس وقت یہ حرف صامت کا نہیں، بلکہ حرف صائت کا کام دیتے ہیں۔ ان حروف کے بعد ہمزہ یا حرف ساکن کے آنے سے مد کی زیادہ کھینچے جانے والی صورتیں یعنی مد فرعی اور اس کی اقسام پیدا ہوتی ہیں۔ اس صورت میں مقدار مد کی بنا پر حرف مد کے اوپر علامت مد 'ٓ' لکھی جاتی ہے۔ یہ علامت بھی الخلیل رحمہ اللہ کی ایجاد ہے۔ افریقی ملکوں میں اور بعض دفعہ خط بہار کے مصاحف میں یہ علامت اس صورت میں لکھی جاتی ہے: ( ) یا ( )

◉ کتب تجوید میں مد کے طول اور قصر کی بنا پر اس کی کئی اقسام مذکور ہوتی ہیں، تاہم عموماً تمام ملکوں میں ہر قسم کی مد کے لیے علامت ایک ہی استعمال ہوتی ہے۔ غالباً صرف برصغیر میں ہی مد متصل (ٓ) اور مد منفصل (ٓ) کی دو علامتیں مستعمل ہیں۔ بعض ایرانی نسخوں میں بھی مد کی یہ دو علامتیں یعنی چھوٹی مد (ٓ) اور بڑی مد (ٓ) دیکھی گئی ہیں۔

◉ الف تو ہمیشہ ماقبل مفتوح ہوتا ہے اور ممدود ہوتا ہے مگر 'و' اور 'ی' اگر ماقبل مفتوح ہوں تو اسے 'لین' کہتے ہیں اور اس میں صرف خاص شرائط کے ساتھ مد پیدا ہوتی ہے، جسے کتب تجوید میں مدُّ اللین کہتے ہیں، لیکن اس کے لیے کوئی علامت ضبط مقرر نہیں ہے۔ 'و' اور 'ی' لینہ ہوں تو ان پر علامت سکون ڈالنے کا رواج ہر جگہ ہے۔ مگر 'و' یا 'ی' مدہ پر علامت سکون ڈالنے کا رواج نہ افریقی ملکوں میں ہے، نہ بلاد عرب میں، بلکہ ترکی، ایران اور چین تک یہی طریقہ رائج ہے، البتہ صرف برصغیر میں واو مدہ اور یائے مدہ پر بھی علامت سکون ڈالتے ہیں، مثلاً یُورِثُ اور مِیزَانٌ کو یُوْرِثُ اور مِیْزَانٌ لکھیں گے۔

◉ نحوی نقطہ نظر سے، اور الف ماقبل مفتوح پر قیاس کرتے ہوئے شاید برصغیر کا یہ تعامل درست نہ سمجھا جائے، لیکن غالباً صوتیاتی اصولوں کے مطابق نہ زیادہ بہتر ہے، مثلاً اوّل تو عرب ممالک کے رائج طریقہ میں اُولئك، اُولُو العزم اور اُولی الامر وغیرہ الفاظ میں پڑھنے والے کو التباس پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن ملکوں یا علاقوں میں حرف مد (و یا ی) پر علامت سکون ڈالنے کا رواج نہیں ہے، وہاں قاری کو غلطی سے بچانے کے لیے مذکورہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کے کلمات میں حرف مد پر حرف زائد کی علامت لکھتے ہیں، مثلاً أولئك، مثلاً مصری اور سعودی مصحف جہاں زائد کی علامت ' ' کی بجائے ' ' ڈالی گئی ہے۔ بعض جگہ حرف کے نیچے باریک قلم سے لفظ ''قصر'' (أولئك) لکھ دیتے ہیں اور بعض جگہ حرف کے نیچے لفظ 'بلا اشباع' لکھتے ہیں، جبکہ ایران، مصر اور ترکی سے مطبوعہ ایسے مصاحف بھی ملتے ہیں، جن میں اس التباس کے دور کرنے کے لیے کوئی علامت وغیرہ نہیں دی گئی۔

◉ دوسرے یہ کہ جب حرف مد کے بعد حرف ساکن آ رہا ہو جس میں حرف ممدود کو آگے ملایا جاتا ہے تو اس صورت میں برصغیر میں حرف مد پر علامت سکون نہیں ڈالتے، جس سے قاری کو پتہ چل جاتا ہے کہ مد بلکہ حرف مد کا تلفظ ہی ختم ہو گیا، لیکن عرب ممالک کے ضبط کے مطابق قاری پہلے تو بادی النظر میں ایسے حرف مد کو بصورت مد پڑھے گا، پھر اسے پتہ چلے گا کہ اسے تو آگے ملانا ہے، مثلاً لفظ 'اُوْتُوا' برصغیر سے باہر 'اُوتُوْا' لکھا جاتا ہے، اس کے بعد مثلاً 'الْعِلْم' لکھا جائے تو یہ ہمارے ہاں 'اُوْتُوا' لکھا جائے گا، مگر دوسرے ملکوں میں یہ 'أُوتُوْا الْعِلْم' لکھا جاتا ہے۔ یہاں 'تُوا' کو 'ل' میں ملانے کا پتہ قاری کو 'تُو' یعنی 'تُو' پڑھ چکنے کے بعد چلتا ہے، مگر برصغیر کا قاری 'ت' اور 'ل' کے درمیانی حروف کو علامت سے خالی دیکھ کر سمجھ جاتا ہے کہ ان کا تلفظ ہی نہیں ہوگا۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب ھُوَ اور ھِیَ میں 'و' یا 'ی' پر علامت حرکت لگ سکتی ہے، تو ھُو یا ھِی میں علامت سکون کیوں نہ لگے؟

(۳۴) مد کے ہی مسائل میں محذوف (مگر ملفوظ) حرف مد کے ضبط کا مسئلہ آتا ہے۔ عموماً تو یہ محذوف 'الف' ہوتا ہے، مثلاً 'رحمٰن'' میں 'م' اور 'ن' کے درمیان الف محذوف ہے اور قرآن کریم میں اس کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ کبھی کبھار یہ محذوف 'و' 'یا 'ی' بھی ہوتی ہے، مثلاً 'داوٗد' میں ایک 'و' اور 'أُمِّيِين' میں ایک 'ی'' محذوف ہے۔ قلمی دور میں یہ محذوف (ا، و، ی) سرخی سے باریک قلم کے ساتھ لکھ دی جاتی تھی اور اسے ماقبل کی حرکت کے مطابق پڑھ لیا جاتا تھا۔ دور طباعت میں عرب اور افریقی ممالک میں یہ محذوف (ا، و، ی) باریک قلم کے ساتھ متن کی ہی سیاہی سے لکھ دیئے جاتے ہیں اور ماقبل کی حرکت فتحہ، ضمہ یا کسرہ بھی لکھتے ہیں، مثلاً الرَّحمٰن، داوٗد اور 'أُمِّيـن' لکھیں گے، مگر برصغیر میں ' ' کی جگہ ' ' ' ' کی جگہ ' ' اور ' ' کی جگہ ' ' لکھا جاتا ہے اور اس طرح یہ لفظ الرحمٰن، داوٗد اور 'أُمِّيـن' لکھے جاتے ہیں۔ عرب ممالک کے مصاحف میں سے صرف مصحف الحلبی میں ان مشرقی علامات کو اختیار کیا گیا ہے۔ [مصحف الحلبی ص۵۲۳، ص ۵۲۵، بیان علامات (التعریف] ترکی اور ایران میں کھڑی زبر 'ا 'اور کھڑی زیر ' ' کا استعمال کہیں کہیں ملتا ہے، مگر ضمہ معکوس یا الٹی پیش ' ' کا استعمال ان ملکوں میں مفقود ہے۔

(۳۵) اور اسی قسم کی مد (بحذف حرف مد) کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ اسم جلالت کی لام کے اشباع (مد اصلی) کا طریقہ کتابت ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ تمام عرب اور افریقی ممالک بلکہ ترکی اور ایران میں بھی اسم جلالہ یوں لکھا جاتا ہے: 'اللّٰه' حالانکہ تلفظ میں یہ لفظ 'اللّٰه' ہیں، بلکہ 'الاَّہ' ہے، بلکہ لام کے اشباع (مد) کے علاوہ اس لام کی تفخیم اور ترقیق علم تجوید کا ایک اہم قاعدہ ہے۔ [حق التلاوة ص۶۸ والکلاك ص۶۹ وص۱۰۴]

◉ حقیقت یہ ہے کہ عرب اور افریقی ممالک میں الف مدہ محذوفہ میں ماقبل کی فتحہ لکھے بغیر مد کا تصور ہی نہیں ہے، اس لیے وہ اسم جلالت کے لام پر شد اور فتحہ ڈالتے ہیں۔ اب اگر اس کے ساتھ مد کی خاطر الف محذوفہ کا اثبات بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تو پھر اسے 'اللہ' لکھنا پڑے گا، جو ان کے ضبط کے مطابق لکھے ہوئے 'اللّٰت' سے مشابہ ہی ہو جائے گا۔ اس لیے ان تمام ملکوں میں یہ لفظ جلالہ غلط علامت ضبط کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور اس کا درست پڑھنا صرف شفوی تعلیم پر منحصر ہے۔

◉ صرف برصغیر میں لام جلالت کی اس مد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے 'اللہ' لکھا جاتا ہے یا پھر چین میں اسے 'اللہ' لکھا جاتا ہے۔ تلفظ کے تقاضوں کے مطابق اس معاملے میں عرب اور افریقی ممالک یا ایران اور ترکی سب کا طریق ضبط ناقص ہے۔ برصغیر کی تازہ ترین ایجاد اس معاملے میں یہ ہے کہ اب تجویدی قرآن (مطبوعہ پاکستان) میں لام جلالت کی تفخیم یا ترقیق کے لیے دو الگ الگ علامات ضبط اختیار کی گئی ہیں۔ لفظ جلالت کے تمام تجویدی تقاضوں کے مطابق یہ اس کے لیے بہترین ضبط ہے۔

۳۲ علم الضبط کے مسائل میں 'زیادة فی الھجاء' یا حروف زوائد کا مسئلہ بھی اہم ہے، یعنی وہ حروف جو رسم عثمانی کے مطابق لکھے جاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے، مثلاً مائة، جایٔ اور لشایٔ وغیرہ کا الف: أولئك، أُولی یا أُولو وغیرہ کی واو اور نبایٔ یا تلقایٔ وغیرہ کی 'یا' واو الجماعۃ کے بعد لکھا جانے والا الف، جسے الف الاطلاق کہتے ہیں۔ [ابن درستویہ ص۱۰۵ (حاشیہ ۴۶)] اور ضمیر واحد متکلم (أنا) کے آخر پر آنے والا الف وغیرہ۔ [حروف زوائد کی تفصیل کے لیے دیکھئے: حق التلاوۃ ص۱۵۴ ببعد] عرب اور افریقی ممالک میں اس قسم کے زائد الف 'و' یا 'ی' پر ایک علامت زیادہ یا 'عدم نطق' ڈالی جاتی ہے، جو عموماً ایک بیضوی شکل کا دائرہ (ہ) ہوتا ہے۔ ہجاء کے ان زوائد پر یہ علامت ڈالنے کا رواج بہت پرانا ہے۔ 'نقط المصاحف' کے طریقے میں بعض دفعہ اس مقصد کے لیے صرف سرخ نقطہ بھی استعمال ہوتا تھا۔ الخلیل رحمہ اللہ نے اس کے لیے کوئی الگ علامت وضع نہیں کی تھی۔ اس لیے بعد میں بھی یہی سرخ گول دائرہ (دائرۃ حمراء) اس مقصد کے لیے مستعمل رہا۔ [المقنع ص۱۴۰ ببعد نیز الطراز ورق ۹۴/ب ببعد] بلاد عرب اور افریقی ممالک کے اندر رائج طریقے پر مصحف میں حروف زوائد (محتاج دائرہ) کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے، خصوصاً الف الاطلاق کو بھی شامل کر لینے کی بناء پر۔

◉ اہل مشرق نے اس کے برعکس یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو حرف زائد نطق میں نہیں آتا، اسے ہر قسم کی علامت ضبط سے معری رکھا۔ اس طرح حرف الف کی چند معدود صورتیں ایسی رہ جاتی ہیں کہ ان میں التباس واقع ہو سکتا ہے، مثلاً الف ماقبل مفتوح جبکہ اس کے بعد کوئی حرف ساکن یا مشدد بھی نہ آ رہا ہو۔ یہ کوئی بیس کے قریب مقامات بنتے ہیں لہٰذا صرف ان پر علامت زیادہ (دائرہ یا علامت تنسیخ x) لگا دیتے ہیں۔ اس طریقے پر نہ أولئك کی واو پر نشان لگانے کی ضرورت ہے، نہ تلقایٔ کی 'ی' پر اور صرف الف الاطلاق پر ہی یہ علامت نہ ڈالنے کے باعث مجموعی طور پر شاید کاتب کے کئی دن نہیں تو کئی گھنٹے یقیناً بچ جاتے ہیں۔

بعض لفظوں کے بارے میں یہ اختلاف بھی ہوتا ہے کہ اس میں زائد الف ہے یا 'ی'، مثلاً 'أفائن' اور 'ملائه' میں [المحکم ص۱۹۴۔ الطراز ورق ۱۰۵/الف] اس لیے ان کی علامت زیادۃ کے موقع ضبط کی تعیین میں بھی اختلاف موجود ہے۔ اس فرق کو اچھی طرح اور عملاً سمجھنے کے لیے کلمہ 'أفائن' یا 'أفائن' (آل عمران:۱۴۴ اور الانبیاء ۳۴) کا ضبط کسی مصری یا سعودی مصحف میں اور پھر برصغیر کے کسی مصحف میں دیکھئے۔ آپ دیکھیں گے تلفظ دونوں ضبط کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ایک ہی بنتا ہے، یعنی 'أفئِن' جو لین کی طرح ہے اور اگر لئن پر قیاس کریں، جو متفق علیہ ضبط ہے، تو پھر 'ی' کی بجائے الف کو زائد ماننے والوں کا موقف زیادہ قرین صواب ہے۔ واللہ اعلم

۳۷ علم الضبط کے مسائل میں سے ایک مسئلہ نقص فی الهجاء والے کلمات کا ضبط بھی ہے، یعنی ایسے حروف جو لکھے نہیں جاتے مگر پڑھے ضرور جانے چاہئیں، مثلاً الرَّحْمٰن اور العٰلَمِیْنَ کا الف، دَاوٗد اور تَلْوٗنَ کی دوسری واو اور أمِّیّٖن اور نَبِیّٖنَ کی دوسری یاء یہ محذوف حرف عموماً الف 'و' ی ہی ہوتا ہے اور وہ بھی 'مدہ' اگرچہ ایک دوجگہ 'ن' بھی محذوف ہوا ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: غانم ص۵۹۷ ببعد، الطراز ورق ۱۷/الف ببعد] دورِ طباعت سے پہلے قلمی مصاحف میں ان محذوفات کا 'اثبات' باریک قلم اور سرخ سیاہی سے کیا جاتا تھا، یعنی سرخی سے حسب موقع 'ا' یا 'و' یا 'ے'' یا 'ن'' لکھ دیتے تھے۔ دور طباعت میں یہ حروف متن کی سیاہی کے ساتھ مگر باریک قلم سے لکھے جانے لگے ہیں، مگر اس میں بھی اہل مشرق حرف محذوف کا اضافہ کرنے کی بجائے الف مدہ محذوفہ کے لیے (ا)، واو مدہ محذوفہ کے لیے (ـٗ) اور یائے مدہ محذوفہ کے لیے (ـ) کی علامت استعمال کرتے ہیں، البتہ 'ن' کو وہ بھی باریک قلم سے ہی لکھتے ہیں، مثلاً ' '

حرف محذوف 'الف'، 'و' یا 'ی'' عرب ممالک کے طریقے کے مطابق تو الرَّحمٰن، صلحٰت، داوٗد، تلوٗن، أمِّیّٖن اور نَبِیّٖن لکھیں گے، مگر برصغیر کے ضبط کے مطابق یہی کلمات علی الترتیب یوں لکھے جائیں گے: الرحمٰن، صٰلحٰت، داوٗد، تلوٗن، أمیـن اور نبیـن۔

نوٹ کیجئے کہ تمام کلمات کا اصل عثمانی رسم، ضبط کی دونوں صورتوں میں برقرار رہا ہے۔ صرف علاماتِ ضبط کا فرق ہے۔ [حروف محذوفہ کی نوعیت اور مزید مختلف مثالوں سے آگاہی کے لیے دیکھئے: کتاب حق التلاوۃ ص۱۴۹ تا ۱۵۳]

۳۸ علامات ضبط کا ایک اور اہم مسئلہ ہمزۃ الوصل کا ضبط ہے۔ اس کے لیے الف الوصل کے اوپر ایک مخصوص علامت ڈالی جاتی ہے جسے 'صلۃ' یا 'علامۃ الصلۃ' کہتے ہیں۔ الخلیل رحمہ اللہ سے پہلے یہ علامت عموماً ایک ہلکی سرخ لکیر (جرہ لطیفہ) ہوتی تھی۔ [نمونے کے لئے دیکھئے: المحکم (مقدمہ محقق) ص۳۹] بعد میں بعض علاقوں میں اس کے لیے گول سبز نقطہ لگایا جانے لگا اور بعض علاقوں میں سرخ نقطہ ہی لگا دیتے تھے۔ [دیکھئے یہی کتاب: المحکم، ص۸۷ جہاں مؤلف نے ایسے دو مصاحف کا خصوصاً ذکر کیا ہے۔]

◉ الخلیل رحمہ اللہ نے اس کے لیے '' '' کی علامت وضع کی، جو حرف صاد (ص) کے سرے سے ماخوذ ہے اور جو ہمیشہ الف الوصل کے اوپر ہی لکھی جاتی تھی اور بیشتر عرب ممالک میں اب بھی لکھی جاتی ہے۔ چوتھی صدی ہجری سے ہی ہمزۃ الوصل کی علامت مطلقاً ترک کر دینے کا رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ [غانم ص۵۹۳، جہاں ترتیب زمانی کے ساتھ بعض نمونوں کا ذکر موجود ہے۔] شاید اس لیے بھی کہ علامۃ الصلۃ لکھنے سے ضبط کے کئی نئے مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں، جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔ بیشتر مشرقی ممالک مثلاً برصغیر، چین، ایران (اور ترکی میں بھی) ہمزۃ الوصل کے لیے کسی علامت ضبط کا استعمال کافی عرصے سے متروک ہو چکا ہے۔ [ترکی کے حافظ عثمان کے مکتوبہ مصحف میں علامۃ الصلۃ موجود ہے، مگر مصطفیٰ نظیف اور حامد ایتاج نے اسے استعمال نہیں کیا ہے۔] اور ممکن ہے برصغیر میں تو اس کا استعمال شاید متعارف ہی کبھی نہ ہوا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

◉ جن ملکوں میں علامۃ الصلۃ استعمال ہوتی ہے اس کی دو صورتیں ہیں: اکثر عرب ملکوں میں تو الخلیل رحمہ اللہ والی علامت (صـ یا ص) استعمال ہوتی ہے، اندلس اور مغرب میں مدت تک اس کے لیے عموماً سبز رنگ کے گول نقطہ کا رواج رہا۔ بعض افریقی ممالک میں علامۃ الصلۃ کے طور پر سبز نقطے کا رواج اب بھی موجود ہے۔ نائیجیریا کے بعض رنگدار مصاحف میں اس کی بہترین مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ آج کل عام طور پر افریقی ممالک میں علامۃ الصلۃ کے طور پر الف الوصل کے اوپر عموماً ایک باریک سیاہ نقطہ ڈالا جاتا ہے۔

◉ افریقی ممالک میں الف الوصل کے ماقبل کی حرکت کے لیے بھی ایک نشان اس (الف) پر ڈالا جاتا ہے۔ اس نشان کو 'صلۃ الوصل' یا 'خبش الف الوصل' بھی کہتے ہیں۔ یہ عموماً ماقبل کی فتحہ کے لیے الف کے اوپر دائیں طرف ایک ہلکی سی اُفقی لکیر ہوتی ہے، جو کسرہ کے لیے الف کے نیچے اور ضمہ کے لیے الف کے وسط میں لگائی جاتی ہے، مثلاً " "

◉ اگر ہمزۃ الوصل سے ابتداء ہو رہی ہو، مثلاً اس سے قبل مثل وقف لازم قوی وقف ہو، تو اس صورت میں اس کی ممکن حرکت کے لیے عرب ممالک میں کوئی علامت نہیں ڈالی جاتی، بلکہ قاری غالباً اپنی عربی دانی کے زور پر خود ہی نطق کے لیے حرکت متعین کر لیتا ہے۔ صرف سوڈانی اور لیبی مصاحف میں اس کے لیے بھی خاص علامات مقرر کی گئی ہیں، اگرچہ دونوں ملکوں کی علامات میں معمولی تفاوت ہے تاہم فتحہ کے لیے یہ علامت (جو گول باریک نقطہ یا باریک سا دائرہ ہوتا ہے) الف کے اوپر، کسرہ کے لیے ٹھیک نیچے اور ضمہ کے لیے الف کے آگے (بائیں طرف) وسط میں لکھی جاتی ہے، جیسے "ا"، "ا"، "ا"

◉ اہل مشرق نے الف الوصل کی علامت صلہ کا استعمال ہی ترک کر دیا ہے۔ اگر الف الوصل والا لفظ ماقبل سے ملایا جارہا ہو تو الف الوصل پر کسی قسم کی علامت نہیں ڈالی جاتی اور اگر اس سے ابتداء ہو رہی ہو تو اس الف پر علامت قطع (ء) ڈالے بغیر منطوق حرکت دے دی جاتی ہے۔ علامت قطع نہ ہونے سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ ہمزۃ الوصل ہے اور حرکت سے اس کے صحیح تلفظ کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے، مثلاً عرب ممالک میں 'الله الصمد' لکھتے ہیں، مگر برصغیر میں 'الله الصمد' لکھتے ہیں۔ پہلے طریقے پر قاری کو اللہ کے الف کی حرکت کا کچھ پتہ نہیں چلتا، دوسرے طریقے میں یہ چیز الف کی فتحہ نے واضح کر دی ہے۔ مشرق کا کوئی عام ناظرہ خواں کسی عرب ملک کے مصحف سے سورۃ الاخلاص تک درست نہیں پڑھ سکتا، البتہ اہل مشرق میں عموماً ہمزۃ القطع بھی بغیر علامت قطع (ء) کے لکھنے کا رواج ہو گیا ہے، مثلاً 'بأس' کو 'باس' لکھ دیتے ہیں جو علمی لحاظ سے غلط ہے یا پھر علامت ہمزہ کی ایجاد سے پہلے کی یادگار ہے۔

◉ ہمزۃ الوصل اور حرف زائد کے لیے علامت کے استعمال یا عدم استعمال سے اہل مشرق اور اہل مغرب کے طریقۂ کتابت یعنی ضبط میں بڑا فرق پڑتا ہے اور اس فرق کی وجہ سے ایک علاقے کے آدمی کو دوسرے علاقے کے مصحف میں سے تلاوت کرنے میں سخت صعوبت پیش آتی ہے۔ مثال کے طور پر لفظ 'أولو العزم' کو لیجئے، اس کو ضبط کرتے وقت اہل مشرق تو دونوں او اور 'لو' کے بعد آنے والے دونوں الف بھی ہر قسم کی علامت سے خالی رکھتے ہیں، مگر عرب اور افریقی ممالک میں 'أولو' کی پہلی واو پر 'علامت حرف زائد' اور 'لو' کے بعد آنے والے دو الفوں میں سے پہلے پر 'علامت زیادۃ' اور دوسرے پر 'علامت صلۃ' ڈالیں گے۔ اس طرح اس لفظ کو پہلی صورت میں 'اولو العزم' اور دوسری صورت میں 'أولو العزم' لکھیں گے۔ اسی طرح اہل مشرق 'اوتوا الکتب'، مگر عرب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'أوتوا الكتب' لکھیں گے۔ جس آدمی کو علامت صلہ اور 'علامت زیادۃ' کا علم نہیں، وہ دوسری صورت والی کتابت کو کبھی درست نہیں پڑھ سکتا۔ [المحکم ص ۲۴ پر الدانی نے ابن مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ علم النقط یعنی علم الضبط جانے بغیر کسی مصحف سے قراءت ناممکن سی بات ہے۔ یہی بات آج بھی سو فیصد درست ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حرمین شریفین میں سب لوگوں کو دیارِ عرب ہی کے مطبوعہ مصاحف سے تلاوت پر مجبور کرنا ناظرہ خوانوں پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ اہل علم کے لیے تو خیر کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ وقليل ما هم]

۳۹ ہمزۃ القطع کو ہمزۃ الوصل سے ممتاز کرنے کے لیے شروع کے نظام نقط میں اس کے لیے زرد رنگ اور بعض علاقوں میں سرخ رنگ کا گول نقطہ ڈالا جاتا تھا۔ [المحکم: ص ۸۷] الخلیل رحمہ اللہ کے طریقے میں اس کے لیے 'ء' کی علامت تجویز کی گئی تھی اور یہ علامت اب تک مستعمل ہے، البتہ بعض افریقی ممالک میں اس 'ع' یا 'ؑ' کی شکل میں اور چین میں عموماً ' ' یا ' ' کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ بعض افریقی ملکوں، مثلاً نائیجیریا میں یا سوڈان کے قلمی مصاحف میں اس کے لیے زرد گول نقطہ اب تک زیر استعمال ہے۔

◉ ہمزہ کے طریق نطق کے اختلافات اور مختلف قراءات میں اس کے طریق ادا کے تنوع کی وجہ سے ہمزۃ قطع کی مختلف صورتوں کے لیے کچھ مختلف علامات بھی مقرر کی گئیں اور اس کا موقع ضبط تو کتب علم الضبط کی سب سے طویل بحث ہے۔

◉ ی کلمہ کی ابتداء میں آنے کی صورت میں ہمزہ کی اس علامت قطع (ء) کا استعمال اہل مشرق کے ہاں متروک ہوگیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف الف پر (اور ابتداء میں ہمزہ ہمیشہ بصورت الف ہی لکھا جاتا ہے) متعلقہ حرکت دے دیتے ہیں، مثلاً 'أَ، إِ، أُ' کی بجائے 'اَ، اِ، اُ' ہی لکھتے ہیں اور ابتداء کی صورت میں وہ ہمزۃ الوصل پر بھی اسی طرح حرکات لکھتے ہیں۔ اس فرق کو ذیل کی مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

① **ہمزۃ القطع کی صورت میں:**

عرب ممالک میں أَنذر ، أُنذر اور إِنذار لکھیں گے، مگر اہل مشرق اسے اَنذر ، اُنذر اور اِنذار لکھیں گے۔

② **ہمزۃ الوصل کی صورت میں:**

عرب ممالک میں الله، ادع اور اهدنا لکھا جاتا ہے، مگر اہل مشرق اسے الله، اُدع اور اِهدنا لکھتے ہیں، البتہ سوڈان میں اسے الله، ادع اور اهدنا لکھتے ہیں اور لیبیا میں اسے الله، ادع اور اهدنا لکھتے ہیں۔

نوٹ کیجئے کہ عرب اور عام افریقی ممالک کی علامة الصلة (ص) آپ کو الف الوصل کی ملفوظ حرکت کے تعین میں قطعاً کوئی مدد نہیں دیتی، یہ صرف شفوی تعلیم سے معلوم ہوگی۔ ہم نے اوپر الف الوصل کی حرکاتِ ثلاثہ والی مثالیں دی ہیں۔ لیبیا اور سوڈان کا طریقہ ہمارے برصغیر کے طریقے سے مختلف ہے، مگر دوسرے عرب اور افریقی ممالک کے طریق ضبط کی نسبت زیادہ معقول ہے۔

◉ ہمزہ ہی کے ضمن میں علماء ضبط نے اس مسئلے پر بھی بحث کی ہے کہ 'لا' میں کون سا سرا لام اور کون سا الف یا ہمزہ ہے اور ہر ایک نظریہ کے حق میں دلائل دیئے گئے ہیں اور یہ بحث خاصی دلچسپ بھی ہے۔ [الطراز ورق ۱۲۰/الف ببعد، المحکم ص ۱۹۷ ببعد اور غانم ص ۵۸۱] تاہم اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اس وقت عملاً صورت حال یہ ہے کہ تمام افریقی ممالک ماسوائے مصر تو 'لا' میں پہلے سرے کو ہی الف یا ہمزہ اور دوسرے سرے کو لام سمجھتے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جبکہ مصر اور تمام مشرقی ممالک میں اس کے برعکس عمل ہے۔ اس کا فرق ذیل کی مثالوں سے واضح ہوگا:

افریقی ممالک میں والارض فی الاخرۃ اور الایۃ لکھیں گے، جبکہ مشرقی ملکوں میں والاَرض، فی الآخرۃ اور الآیۃ لکھیں گے۔

افریقی ملکوں کی علامتِ صلہ (٥) اور مصری علامت صلہ (-) کا فرق اور مشرقی ملکوں میں 'عدم علامت صلہ' اور 'عدم علامت قطع' قابل غور ہے۔ کیا ایک نظام ضبط کے ساتھ پڑھنے کا عادی قرآن خوان دوسرے نظام کے مطابق لکھے گئے مصاحف میں سے قراءت پر قادر ہوسکتا ہے؟

ابدال حروف والی بحث ضبط سے زیادہ رسم سے تعلق رکھتی ہے اور اس سے تعلیلات صرفی والی تبدیلیاں مراد نہیں ہوتیں، بلکہ چار خاص مقامات پر 'ص' کے تلفظ کے 'س' میں بدلنے یا نہ بدلنے کی ترجیح کی بنا پر حرف 'س' کو متعلقہ کلمہ میں 'ص' کے اوپر یا نیچے لکھتے ہیں۔ [حق التلاوۃ ص ۱۰۵]

اس کی تفصیل یوں ہے:

① یبصط (۲:۲۴۵)، المصیطرون [۵۲:۳۷]

② بصطۃ (۷:۶۹)

③ بمصیطر (۸۸:۲۲) اور قراء کے ہاں ان کے پڑھنے کے مختلف طریقے ہیں۔

[تجویدی قرآن (مقدمہ) ص ۲۴]

◉ مصاحف مطبوعہ لیبیا، تیونس (بروایۃ قالون) اور مصاحف مطبوعہ تیونس و مراکش و نائیجیریا (بروایۃ ورش) میں ان چار مقامات پر صرف 'ص' کے ساتھ کتابت کی گئی ہے اور کہیں اوپر یا نیچے 'س یا سـ' نہیں لکھا گیا، جو شاید روایتِ قراءات کی خصوصیت ہے۔

◉ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے دو اساتذہ نے پاکستانی مصاحف کی اغلاط پر جو رپورٹ تیار کی ہے، اس میں ان کلماتِ اربعہ میں سے موخر الذکر دو کلمات میں 'س' کی وضع (پوزیشن) کی غلطی کو ضبط کی اغلاط میں شمار کیا گیا ہے۔ ['رپورٹ' مذکور ص ۱۰ (ضبط: ۳)] اس لیے ہم نے بھی ان کا ذکر اسی ضمن میں کر دیا ہے۔

مخصوص نطقی کیفیات

㊵ مذکورہ بالا عام علامات ضبط کے علاوہ کچھ ایسی علامات بھی ہیں جن کا تعلق مخصوص نطقی کیفیات یعنی قراءت کے کسی مخصوص طریق ادا سے ہے، مثلاً امالہ، اشمام، روم، اختلاس اور تفخیم یا ترقیق، قلقلۃ وغیرہ۔ یوں تو ان کو حرکات ثلاثہ کے بعد بیان کرنا چاہئے اور کتب ضبط میں عموماً یہی ترتیب ملحوظ رکھی جاتی ہے کیونکہ دراصل تو یہ کسی حرکت کا ہی مخصوص صوتی یا نطقی طریقہ اداء ہوتا ہے، مگر ہم اس کی مخصوص نوعیت کی بنا پر آخر پر لائے ہیں اور اس لیے بھی کہ یہ سب کیفیات اوّل تو تمام قراءات میں نہیں پائی جاتیں، دوسرے ان کا استعمال بہت کم بعض معدود کلمات تک محدود ہے اور تیسرے اس لیے بھی کہ یہ کیفیات ایک طرح سے تجوید کے تکمیلی مراحل سے متعلق ہیں، اس لیے بھی ان کا بیان آخر پر ہونا چاہئے، لہٰذا ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں:

◉ اِمالہ اور اِشمام کا چونکہ روایت حفص میں ایک ایک مقام ہے یعنی ہود: ۴۱ اور یوسف: ۱۱، اس لیے بعض مصاحف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں تو اس کے لیے کوئی علامت مقرر کرنے کی بجائے متعلقہ لفظ کے نیچے باریک قلم سے 'امالہ' یا 'اشمام' لکھ دیتے ہیں۔ [دیکھئے مصحف الحلبی اور تر کی مصاحف بقلم حافظ عثمان و حامد ایتاج متعلقہ آیات۔] بعض مصاحف میں اس کے لیے نہ کوئی علامت بناتے اور نہ ہی کسی اور طریقے سے اشارہ کرتے ہیں، مثلاً ایرانی مصاحف اور عام پاکستانی مصاحف، البتہ ایسے پاکستانی مصاحف میں سورہ ہود آیت :۴۱ کے سامنے حاشیے پر یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ امام حفص رحمہ اللہ نے یہاں 'راء' کو امالہ سے پڑھا ہے۔ اشمام کے لیے عام پاکستانی مصاحف میں بھی کوئی علامت یا اشارہ موجود نہیں۔ یہ علامت کی بجائے بصورت لفظ 'اشمام' یا 'امالہ' رہنمائی اصطلاح سے واقف آدمی کے لیے تو مفید ہوسکتی ہے مگر عام صرف ناظرہ خواں قاری کے لیے بے فائدہ ہے۔

بعض مصاحف میں اس ایک ایک مقام کے لیے الگ علامت وضع کی گئی ہے اور 'ضميمة التعريف' یا مقدمہ میں اس کی وضاحت کردی جاتی ہے۔ [دیکھئے تجویدی قرآن (مقدمہ) ص ۲۴، مصری مصحف (ضمیمہ ص م۔ مصحف الجماہیریہ (ضمیمہ) ص م و ن مصحف المدينه (ضمیمہ ص و۔ ان سب میں امالہ و اشمام کے لیے تشابہ اور مختلف علامات تجویز کی گئی ہیں، نیز اشمام (کلمات مشمہ) کی مزید وضاحت کے لیے دیکھئے: حق التلاوۃ ص ۴۳]

◉ ورش، قالون اور الدوری کی روایات میں امالہ کبریٰ بھی حفص والے امالہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر آیا ہے، مثلاً قالون کے ہاں 'هار' التوبة: ۱۰۹ میں اور ورش کے ہاں لفظ 'طه' میں۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں امالہ صغریٰ (تقلیل) زیادہ ہے۔ الدوری کے ہاں بھی دونوں قسم کے 'امالے' موجود ہیں، اسی لیے سوڈانی مصحف میں ہر دو امالہ کے لیے الگ الگ علامات اختیار کی گئی ہیں۔ [کتابة المصحف'' ص ۱۹ و ۲۰ نیز دیکھئے سوڈانی مصحف (برواية الدوری) کا ضميمة التعريف'' ص ن اور س جہاں امالہ کبریٰ اور امالہ صغریٰ کی الگ الگ علاماتِ معہ امثلہ مذکور ہیں۔]

◉ روم ایک خاص نطقی کیفیت ہے جو ماہر اساتذہ سے زبانی سیکھی جاسکتی ہے۔ [حق التلاوۃ ص ۴۲ و ۴۳]
کہا جاتا ہے کہ الخلیل رحمہ اللہ نے اس کے لیے بھی کوئی علامت تجویز کی تھی۔ [دیکھئے: اسی مقالہ کا پیراگراف ۲۱ اور حاشیہ ۵۰] مگر اب مصاحف میں اس کے لیے کوئی علامت نہیں لگائی جاتی کیونکہ اس کی تعلیم شفوی ہی ہوسکتی ہے۔

◉ اختلاس کا استعمال بھی چند ایک قراءت میں اور چند کلمات میں ہے، مثلاً قالون اور الدوری کے ہاں اس کے لیے بطورِ علامت متعلقہ حرف کے اوپر یا نیچے ایک گول نقطہ بغیر حرکت کے لکھ دیتے ہیں۔ ایسا ہی گول نقطہ بعض دفعہ امالہ کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ [مصحف الجماهيريه (التعريف) ص م اور سوڈانی مصحف (التعريف) ص س و ع]

◉ بعض خاص حرفوں مثلاً 'ل' اور 'ر' کی تفخیم یا ترقیق کے قواعد کتب تجوید میں بیان کئے جاتے ہیں، خصوصاً لام جلالت اللہ کے ضمن میں، مگر کسی کتابِ ضبط وغیرہ میں اس کے لیے کوئی علامت ضبط کبھی تجویز نہیں کی گئی۔ یہ پاکستان ''تجویدی قرآن مجید'' کی ہی خصوصیت ہے کہ اس میں لام جلالت کی تفخیم اور ترقیق کے لیے مخصوص علامت ضبط اور حرف 'ر' کی تفخیم یا ترقیق کے لیے 'یا ر' کا مخصوص طریق کتابت اختیار کیا گیا ہے۔

[وضاحت کے لیے دیکھئے: تجویدی قرآن مجید کا مقدمہ ص ۱۸ و ص ۲۲ اور ۲۳]

◉ حروف 'قطب جد' جب ساکن ہوتے ہیں تو ان کا تلفظ مخرج میں ایک خاص دباؤ کے ساتھ نکلتا ہے، اس نطقی کیفیت کو قلقلة کہتے ہیں۔ امالہ کی طرح قلقلة بھی دو قسم کا ہوتا ہے: قلقلہ صغریٰ اور قلقلة کبریٰ [حق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التلاوۃ ص۸۴ اور ۸۵] تاہم نہ تو کتب ضبط میں اس کے لیے کوئی علامت مذکور ہوئی ہے اور نہ مصاحف کی کتابت میں کہیں کوئی مستعمل علامت نظر سے گذری ہے۔اس طرح یہ بھی پاکستانی 'تجویدی قرآن' کی ہی خصوصیت ہے کہ اس میں حروف قلقلہ یعنی قُطُبُ جَدٍّ کے لیے ایک مخصوص علامت سکون '۸' اختیار کی گئی ہے۔

[تجویدی قرآن مجید (مقدمہ) ص۱۳]

◉ تعریہ یعنی حروف کو علامت ضبط سے خالی رکھنے کے بارے میں بھی بلاد مشرق اور بلاد عرب اور افریقہ میں مختلف قواعد رائج ہیں۔ان میں سے اکثر کا ذکر ادغام اور حروف زوائد کے ضمن میں گزر چکا ہے، اعادہ غیر ضروری ہے۔

۴۱ کتابت مصاحف میں علامات ضبط اتنے متنوع اور مفصل استعمال کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ محض علامات ضبط کی بنا پر استاد کی شفوی تعلیم اور تلقی و سماع کے بغیر صحیح نطق اور درست قراءت اور ٹھیک ٹھیک 'اَداء' کا سیکھنا ممکن نہیں۔علاماتِ ضبط تعلیم قراءت میں ممد ومعاون ہیں مگر شفوی تعلیم سے مستغنی نہیں اور نہ ہی استاد کا بدل ہیں۔

◉ کتابت مصاحف میں علامات ضبط کے اس کثیر التنوع استعمال سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ علم الضبط کو علم الرسم کی طرح کی کوئی ایسی تقدیس حاصل نہیں ہے کہ کسی ایک زمانے یا کسی ایک علاقے میں رائج طریق ضبط کی پابندی کو واجب قرار دیا جائے۔[کتابۃ المصحف ص۱۸ اور ص۳۱]

◉ اوّل تو روایات قراءات کے اختلاف یا اداء کے اختلاف کے بناء پر علامت ضبط کا اختلاف لازمی ہے، گو یہ اختلاف تنوع ہے اختلاف تضاد نہیں ہے۔[ایضاً ص۴۴] اس وقت دنیا بھر میں چار روایات کے ساتھ مطبوعہ مصاحف دستیاب ہیں، یعنی حفص عن عاصم، ورش عن نافع، قالون عن نافع اور الدوری عن ابی عمرو رحمہم اللہ۔جس ملک اور جس علاقے میں جو قراءت متداول ہے، وہاں عام آدمی کے لیے دوسری قراءت کے ساتھ مطبوعہ مصحف سے درست تلاوت ہرگز ممکن نہیں ہوگی۔حکومت سوڈان کے بروایۃ الدوری مصحف شائع کرنے کی وجہ یہی ہوئی کہ سوڈان میں صدیوں سے قراءت تو الدوری کی رائج تھی، جس کے لیے قلمی مصاحف کا خریدنا بوجہ گرانی قیمت دشوار تھا۔مصر سے درآمدہ روایۃ حفص کے مطبوعہ مصاحف کم ہدیہ پر ملتے تھے۔اس سے اہل سوڈان کی قراءت نہ الدوری کی رہی اور نہ ہی حفص کی۔علمائے سوڈان اور حکومت سوڈان کی اس سلسلے میں جملہ مساعی کی تفصیل وہاں کی وزارت اوقاف کے تعارفی کتابچہ 'کتابۃ المصحف الشریف' میں دی گئی ہے۔

◉ ایک ہی قراءت کی صورت میں بھی علامات ضبط مختلف استعمال کی جاتی رہی ہیں اور آج بھی یہ زمانی اور مکانی اختلاف موجود ہے۔مصر اور تمام ایشیائی ممالک میں روایت حفص عن عاصم ہی رائج ہے، مگر مصر، ترکی، ایران، برصغیر اور چین وغیرہ میں رائج علاماتِ ضبط میں بڑا تنوع ہے، جس کی کچھ جھلک اِسی مقالہ میں پیش کی گئی ہے۔کم وبیش یہی حال اُن افریقی ملکوں کے مصاحف کا ہے جہاں قراءۃ ورش متداول ہے۔

◉ اگر ایک ہی روایت قراءت، مثلاً حفص والے تمام اسلامی ملک مل کر اور متفقہ طور پر اپنے ہاں رائج قراءت کے لیے یکساں علامات ضبط مقرر کر کے اس کو نافذ کرنے کا منصوبہ بنا سکیں تو یہ یقیناً ایک مستحسن اقدام ہوگا، مگر علاماتِ ضبط کے اختیار اور انتخاب میں کسی علاقائی ترجیح کی بجائے افادیت، جامعیت اور اختصار کو سامنے رکھا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ